ہر بدعت گمراہی ہے

مجموعہ مقالات از

الشیخ الامام
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
سابق مفتی اعظم مملکت سعودی عرب

الشیخ العلامۃ
محمد بن صالح العثیمین
سابق رکن سعودی کبار علماء کونسل

ترجمہ وتفہیم
ابو شمس عبداللطیف الکشمیری
فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ طیبہ

Www.IslamicBooks.Website

ہر بدعت گمراہی ہے

مجموعہ مقالات از

الشیخ الامام
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
سابق مفتی اعظم مملکت سعودی عرب

الشیخ العلامۃ
محمد بن صالح العثیمین
سابق رکن سعودی کبار علماء کونسل

ترجمہ وتفہیم

ابو شمس عبداللطیف الکشمیری
فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ طیبہ

Www.IslamicBooks.Website

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب — ہر بدعت گمراہی ہے

ترجمہ وتفہیم — ابو شمس عبداللطیف الکشمیری

سال اشاعت — فروری ۲۰۱۵ء

تعداد اشاعت — ایک ہزار ایک سو

صفحات — 120

درسگاہ دارالبیان

زیر اہتمام: مسجد جامع اہل حدیث

باغوان پورہ نور باغ

سری نگر، کشمیر

Www.IslamicBooks.Website

موضوعات کتاب

1	پہلا رسالہ: ''دین مکمل ہو چکا ہے''	5
2	تقدیم از ڈاکٹر فہد بن سلیمان الفہید	6
3	مقدمۃ المؤلف	10
4	آپ ﷺ نے امت کو ہر شے کی راہنمائی فرمائی	11
5	قرآن کریم میں دین کے تمام اصول وفروع موجود ہیں	12
6	ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض لوگ غلطی کر گئے ہیں	17
7	حدیث رسول بھی قرآن کی طرح وحی کا حصہ ہے	17
8	دین مکمل ہو چکا ہے	19
9	بدعات کی ایجاد دین میں تنقیص کے مترادف ہے	20
10	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا	22
11	فرمان عمر رضی اللہ عنہ ''نعمت البدعۃ ہذہ'' کی حقیقت	26
12	چند شبہات اور ان کا ازالہ	30
13	عبادت میں متابعت کی شرط کب پوری ہوتی ہے	35
14	بدعات میں مبتلا لوگوں سے دردمندانہ گزارش ہے	38
15	بدعات کی پابندی اور سنن رسول ﷺ کا ضیاع	39
16	دوسرا رسالہ: جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت	41
17	تیسرا رسالہ: جشن اسراء ومعراج کی شرعی حیثیت	55

Www.IslamicBooks.Website

18	چوتھا رسالہ: تزیین بدعات کے لیے شبہات کا سہارا	64
19	مقدمہ	65
20	دعوت فکر و تدبر	71
21	بدعت کی تعریف اور اقسام	75
22	اجتہاد کی مشروعیت	77
23	مسلکی تعصب اور شخصی تقلید	80
24	ائمہ مجتہدین کے تئیں امت کا موقف	84
25	تقریر بدعات کے دلائل اور ان کے اقسام	86
26	دلائل کی پہلی قسم	87
27	دلائل کی دوسری قسم	95
28	بدعات سے متعلق چند شبہات اور ان کا شرعی جائزہ	95
29	خاتمہ	118

Www.IslamicBooks.Website

پہلا رسالہ: "الإبداع فی کمال الشرع وخطر الابتداع"

دین مکمل ہو چکا ہے

اس لیے اس میں بدعات نکالنا خطیر عمل ہے

تألیف/الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین۔رحمہ اللہ۔
سابق رکن کبار علماء کونسل سعودی عرب

ترجمہ وتفہیم
ابو شمس/عبداللطیف الکشمیری
فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ طیبہ

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین، نبیّنا محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد:

پیش نظر کتاب: ''ہر بدعت گمراہی ہے'' جو ہم اپنے اردو خواں مسلم بھائیوں کو بطور تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ دراصل سعودی عرب کے سابق معروف کبار علماء کے ان تین رسائل کا مجموعہ ہے جو انہوں نے بدعات کو ایجاد و اختیار کرنے کے دینی حکم، اور اس حوالے سے مجالس و محافل منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کی توضیح و بیان میں مرتب فرمائے ہیں۔

پہلا رسالہ: ''دین مکمل ہو چکا ہے.....'' الشیخ محمد بن صالح العثیمین۔ رحمہ اللہ۔ کے ایک خطاب کی تحریری شکل ہے، شیخ۔ رحمہ اللہ۔ اپنے دور کے بڑے عالم، فقیہ اور مجتہد مانے جاتے ہیں، انہوں نے رسالہ ہذا میں بڑی وضاحت کے ساتھ اور انتہائی خوبصورت انداز میں اسلام میں بدعات کی شرعی حیثیت کو واضح فرمایا ہے: اور بدعات کو ایجاد یا اختیار کرنے کے بارے میں جو شبہات ذکر کئے جاتے ہیں، آپ نے ان کا جواب بھی مختصر و مدلل دیا ہے۔

آخری دو رسائل سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم و سربراہ کبار علماء کونسل الشیخ العلامہ/ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز۔ رحمہ اللہ۔ کے ان دو فتاوی پر مشتمل ہیں، جو آپ نے جشن میلاد و معراج اور ان مناسبات کے احیاء کی غرض سے منعقد کی جانے والی مجلسوں اور محفلوں کی شرعی حیثیت کو بیان کرنے کی غرض سے ترتیب دے کر شائع کرائے تھے۔

دونوں مشائخ کرام۔ رحمہما اللہ تعالی۔ نے ان مختصر و جامع رسائل میں بدعات سے متعلق

Www.IslamicBooks.Website

اپنے موقف کو قرآن وسنت کی واضح دلائل سے ثابت کیا ہے، اور اس حوالے سے سلف صالحین یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام ۔ رضی اللہ عنہم جمیعًا۔ کے عمل ومنہج سے مستفید ہوتے ہوئے بدعات کو ایجاد واختیار کرنا حرام اور غیر شرعی قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی بعض بدعات کی مناسبت سے منعقد ہونے والی مجالس ومحافل میں عدم شرکت کی تاکید بھی کی ہے۔

بلاد حرمین کے یہ دونوں علماء اپنے زمانے کے امام مانے جاتے ہیں، ان کی مکمل زندگی توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت میں گزری ہے، میدان علم ودعوت کے شاہسوار تھے، ان کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ خود سنت رسول ﷺ پر بڑی سختی کے ساتھ عمل کرنے والے تھے۔ اور جب ان کی تحریریں پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بدعات سے انہیں کتنی نفرت رہی ہے، اور درحقیقت نبی حبیب ﷺ سے سچی محبت کی علامت بھی یہی ہے۔ جی ہاں! آپ کی اطاعت وفرمانبرداری اور دین میں نو ایجاد بدعات کو ترک کرنا ہی افضل الخلق رسول حبیب ﷺ کے حقیقی شیدائی اور آپ سے سچی محبت کی نشانی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران، آیت: ۳۱)

ترجمہ: ''لوگوں سے کہہ دیجیے (اے پیغمبر) کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو، اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا''۔

تابعداری ہی صدق محبت کے دعوے کو پرکھنے کے لیے اصل میزان ہے۔ ورنہ تو لوگ ایک طرف نبی کریم ﷺ سے اپنی گہری اور والہانہ محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں، اور وہی لوگ دوسری طرف آپ کی سنتوں کی عملا مخالفت بھی کرتے ہیں، دین میں نئی نئی بدعات نکالتے ہیں، اور صریح سنتوں کو چھوڑ کر ان لوگوں کی تقلید کر لیتے ہیں، جو یا تو علم دین سے نابلد ہیں، یا علم ہوتے ہوئے بھی بعض مقامات پر خطا کر گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ لوگ تو خلفاء راشدین (حضرت ابو

Www.IslamicBooks.Website

بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) جیسے امت کے امام، اور ان صحابہ کرام وتابعین عظام۔ رضی اللہ عنہم جمیعًا۔ کے منہج کے مخالف چلتے ہیں، جو نبی ﷺ کی سنت مطہرہ پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والے لوگ تھے۔

لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے، کہ وہ خود بھی حق کی پیروی کرے، اور حق سے متصادم ہر چیز کو ترک کردے۔ اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی سنت پر چلنے اور بدعات سے بچنے کی تلقین کرے۔ اور کسی مسلمان کو لوگوں کی وہ کثرت دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیے، جو حق کے مخالف ہے۔ اور نہ ہی اسے لوگوں کے ان دعووں اور جذبات کو دیکھ کر بہکاوے میں آنا چاہیے۔ جن دعووں اور جذبات کی اساس کسی صحیح دلیل پر قائم نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی ہر مسلمان کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے، کہ نبی ﷺ سے محبت ایسا فریضہ ہے جس کے بغیر بندے کا ایمان ہی صحیح نہیں ہو سکتا۔ لیکن سچی اور حقیقی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی اطاعت اور تابعداری کی جائے، اس لیے اس کے اثبات یا اظہار کے لیے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ بدعات کو منائے، یا اس مناسبت سے منعقد کی جانے والی مجالس کو جائز سمجھتے ہوئے شریک محفل ہو جائے۔

میں اپنے بھائی شیخ عبداللطیف الکشمیری کا انتہائی مشکور ہوں، کہ انہوں نے ہمارے ان عظیم مشائخ کے ان رسائل کو اردو کے قالب میں ڈھال کر انہیں اردو داں طبقے کے لیے مفید تر بنایا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ہمارے ان مشائخ کی مغفرت فرمائے، اور ان پر اپنی رحمتیں برسائے۔

اور یہ بات یہاں پر قابل ذکر ہے کہ ہمارے برادر مکرم (مترجم) نے کتاب کے آخر میں اپنے ایک رسالہ بعنوان ''تزیین بدعات کے لیے شبہات کا سہارا'' کو شامل کر لیا ہے، جس میں انہوں نے بدعات کو دین کا حصہ باور کرانے والوں کے بعض شبہات کو ذکر کر کے کتاب وسنت کی

Www.IslamicBooks.Website

روشنی میں ان کا جائزہ لیا ہے، اور قارئین سے حق و باطل کے درمیان تمیز کے لیے فکر و تدبر کی دعوت دی ہے، بلاشبہ یہ رسالہ کتاب میں ایک خوبصورت اور مفید اضافہ ہے، اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرنے، اور بدعات سے اجتناب برتنے کی توفیق بخشے، اور ہمارے دلوں کو آپ ﷺ کی محبت سے مزین و معمور فرمادے۔ آمین، اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو کلمہ حق کے سائے تلے جمع فرمادے، اور ان کے دلوں میں آپسی محبت اور الفت پیدا کرے، اور شیطان کی سازشوں اور گمراہیوں سے محفوظ فرمائے۔ إنه سميع مجيب، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا وقدوتنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

کتبہ/ ڈاکٹر فہد بن سلیمان الفہید
مدیر اسلامک دعوہ سنٹر (مکتب جالیات) حی السلام
إمام وخطیب جامع إمام الدعوۃ۔ الریاض

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے''۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد وتعریف بجالاتے ہیں، اسی سے مدد و نصرت کے طلب گار ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اسی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ تعالی جسے جادۂ ہدایت کی راہنمائی فرمائے تو پھر اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہی گمراہ کر دے تو اس کے لیے کوئی ہادی یا راہنما نہیں ہو سکتا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (جل شانہ) کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک وثانی نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے (منصب رسالت پر فائز ہو کر) اللہ تعالی کے پیغام کو لوگوں تک بدرجہ کمال پہنچایا، اور اس کی دی ہوئی امانت کی ادائیگی کا خوب خوب حق ادا کیا۔ آپ ﷺ نے امت کے ساتھ (بدرجہ تمام) خیر خواہی فرمائی، اور یقین (۱) آنے تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔

---

(۱) یہاں یقین سے مؤلف کی مراد آپ ﷺ کی وفات ہے، یقین قرآن کریم میں بھی موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (سورۃ الحجر، آیت: ۹۹) یعنی اے نبی آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپ کو یقین (موت) آجائے۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

آپ ﷺ نے امت کو ہر شے کی راہنمائی فرمائی

جب آپ ﷺ کو مقام نبوت ملا، تو آپ نے اللہ تعالی کا پیغام لوگوں تک بدرجہ تمام پہنچایا، اور (وفات کے وقت) اپنی امت کو ایسی روشن راہ (شریعت) پر چھوڑا، جس کی شب بھی دن کی طرح پرنور اور روشن ہے(۱)

اور جو شخص بھی اس روشن راہ سے ہٹ جاتا ہے تو ہلاکت و بربادی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

آپ ﷺ نے اس میں امت کے سامنے وہ تمام چیزیں بیان فرمادیں، جن کی امت کو ضرورت تھی۔ اس حقیقت کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں واضح کر کے بیان فرماتے ہیں: "مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ طَائِرًا يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا" (مسند امام احمد، حدیث نمبر: ۲۱۶۸۹-۲۱۷۷۰-۲۱۷۷۱)

ترجمہ: "نبی ﷺ (نے ہمیں ہر چیز کی راہنمائی فرمائی) حتی کہ اگر کوئی پرندہ فضاؤں میں اڑتے ہوئے اپنے پروں کو الٹ پھیر کرتا ہے، تو آپ ﷺ نے ہمیں اس بارے میں بھی مکمل راہنمائی فرمائی"۔

اسی طرح مشرکوں میں سے ایک شخص نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے (بطور استہزاء) کہا: (قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ)

---

(۱) یعنی آپ ﷺ نے شریعت کے تمام احکام و مسائل کو امت کے سامنے بالکل واضح فرمایا جن میں کسی قسم کا کوئی غموض نہیں، بعض علماء اس کا یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ: جس طرح آفتاب نبوت (آپ ﷺ کی حیاۃ میں) حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان امتیاز واضح تھا، اسی طرح اس آفتاب ہدایت کے غروب (وفات) کے بعد بھی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود و محفوظ ہے، جس کی بنیاد پر غلط و صحیح اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا بالکل آسان ہے۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''تمہارے نبی نے تمہیں ہر بات سکھائی ہے، یہاں تک کہ پائخانہ اور پیشاب'' (کا طریقہ بھی سکھلا دیا ہے)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: (أَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ) (صحيح مسلم/ كتاب الطهارة/ باب الاستطابة)

ترجمہ: ''ہاں! (ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) ہمیں قبلہ رو ہو کر پیشاب اور پائخانہ کرنے، یا داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے، یا تین پتھروں سے کم میں استنجاء کرنے، یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے''۔

قرآن کریم میں دین کے تمام اصول وفروع موجود ہیں

اور اسی طرح آپ قرآن کریم کو دیکھیں گے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں دین اسلام کے تمام اصول وفروع کو بیان فرمایا ہے۔ دین کی اساس ''عقیدہ توحید'' اور اس کی جملہ اقسام کو بیان فرمایا، اتنا ہی نہیں بلکہ محافل ومجالس میں آنے جانے، بیٹھنے کے طور طریقے اور اجازت طلب کرنے کے آداب بھی بتلا دیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ...﴾ (سورة المجادلة، آيت: ١١)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم سے مجلسوں میں کشادگی کے ساتھ بیٹھنے کے لیے کہا جائے، تو تم جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا.....''۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا

Www.IslamicBooks.Website

فِيهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (سورة النور، آیت: ۲۷، ۲۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں (تب تک) داخل نہ ہو جاؤ، جب تک کہ تم (اہل خانہ) سے اجازت نہ لے لو، اور وہاں رہنے والوں کو سلام نہ کر لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے، تو پھر تب تک داخل نہ ہو جاؤ جب تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے۔ اور اگر تمہیں واپس لوٹ جانے کو کہا جائے (یعنی اجازت نہ ملے) تو واپس ہی لوٹ جاؤ، یہی طریقہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے''۔

اگر آپ قرآن کریم پڑھیں، تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس سے متعلق آداب واحکام کا بھی ذکر کیا ہے، فرمان حق تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ﴾ (سورة النور، آیت: ۶۰)

ترجمہ: ''اور جو عورتیں بوڑھی ہو چکی ہوں، اور انہیں نکاح کی خواہش نہ رہی ہو، اگر وہ اپنے کپڑے (حجاب کی چادریں) اتار کر رکھ دیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ وہ اپنی زینت کی نمائش (بناؤ سنگھار) کرنے والی نہ ہوں''۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (سورة الأحزاب، آیت: ۵۹)

ترجمہ: ''اے نبی (e)! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو،

Www.IslamicBooks.Website

کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ طریقہ نہایت ہی مناسب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ہی ستائی جائیں، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم والا ہے"۔

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ (سورۃ النور، آیت: ۳۱)

ترجمہ: "اور وہ اس طرح سے اپنے پاؤں مار کر نہ چلیں، کہ لوگوں کو ان کی زینت کا علم ہو جائے جو انہوں نے پوشیدہ (پردے میں) رکھی ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۹)

ترجمہ: "اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہو جاؤ، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ ایک شخص تقوی اختیار کرے، (لہذا) تم گھروں میں دروازوں سے آیا کرو"۔

اسی طرح اور بھی بہت ساری آیات کریمہ ہیں، جو اس موضوع کے بیان میں وارد ہیں، پھر اس سے یہی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک مکمل اور شامل (تمام شعبہ ہائے حیات پر محیط) دین ہے جو کسی اضافہ یا زیادتی کا محتاج نہیں، اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی کوئی کمی کرنا ہی جائز ہے۔

اور دین کے اسی کمال وشمول کے اظہار وبیان کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی عظیم کتاب قرآن مجید کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ النحل، آیت: ۸۹)

ترجمہ: "اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی، جس میں ہر چیز کا مکمل اور شافی وکافی بیان موجود ہے"۔

Www.IslamicBooks.Website

غرض لوگ جس چیز کے بھی محتاج ہیں، چاہے وہ چیز ان کی آخرت یا ان کی دنیائی معاشرت ومعاش سے تعلق رکھتی ہو، اللہ تعالی نے اسے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں ضرور بیان فرمادیا ہے، چاہے یہ قرآنی بیان بصورت نص (۱) موجود ہو، یا اسے اشارۃً بیان کیا گیا ہو (۲) یا پھر منطوق یا مفہوم کے اسلوب میں ذکر کیا گیا ہو (۳)

---

(۱) نص سے مراد وہ کلام ہوتا ہے، جو صراحت کے ساتھ صرف ایک معنی کو شامل ہو۔ مثلاً فرمان الٰہی ہے: ﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۶) (یعنی یہ مکمل دس دن ہو گئے)، یہ تعداد اس حکم کو بغیر کسی دوسرے احتمالی معنی کے ظاہر کرتی ہے، جو اس شخص کے بارے میں وارد ہوا ہے، جو حج کر لیتا ہے اور قربانی کی طاقت نہیں رکھتا، اس پر حج کے ایام میں تین روزے اور واپسی کے بعد سات روزے ہیں، اور آیت میں یہ الفاظ مکمل تعداد کو بیان کر رہے ہیں، جو کسی دوسرے معنی کا حامل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح فرمان الٰہی: "وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" (سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۷۵) نصًا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تجارت اور سود کوئی ایک چیز نہیں، اور یہ صراحت کے ساتھ ان مشرکین کی تردید ہے، جن کا گمان تھا کہ: "إنما البيع مثل الربا" (سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۷۵) کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے۔ اسی طرح آیت میں نصًا یہ معنی بھی موجود ہے کہ تجارت حلال ہے اور سود حرام۔ اور یہ معانی صریح ہیں، ان میں کسی دوسرے معنی کے پائے جانے کا احتمال ممکن نہیں۔ (مترجم)

(۲) یہاں "اشارۃً" سے مراد اشارۃ النص ہے، اور یہ فقہی اصول کی ایک مصطلح ہے، جس کا معنی یہ ہے، کہ کسی دلیل سے کوئی ایسا مسئلہ استنباط کرنا، جس کے لیے اس دلیل کا ورود مقصود نہ ہو، لیکن سیاق کلام اس مسئلہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ مثلاً: اللہ کا فرمان: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۳) نصًا اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ جو شخص عدل وانصاف نہیں کر سکتا، اس کے لیے ایک سے زیادہ عورتوں کو عقد نکاح میں رکھنا شرعًا حلال نہیں، اور اس آیت کریمہ میں اشارۃً یہ مسئلہ موجود ہے کہ بیوی کے ساتھ عدل وانصاف برتنا ہر حال میں واجب ہے، چاہے عقد نکاح میں ایک عورت ہو، یا ایک سے زیادہ۔ اسی طرح ارشاد باری تعالی: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (سورۃ الشوری، آیت: ۳۸) نصًا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کی اساس شوری پر ہے۔ جبکہ آیت کریمہ سے اشارۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ اسلامی نظام حکومت میں ایک منتخب مجلس شوری کا وجود بھی ضروری ہے، کیونکہ مسائل کے بحث ونقاش کے وقت پوری امت یا قوم سے مشورہ طلب کرنا مشکل بلکہ غیر مطلوب ہے (اور اس پر رسول

Www.IslamicBooks.Website

.....

اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کا عمل ثابت ہے) (مترجم)

(۳) ''منطوق ومفہوم'' بھی فقہی اصول میں سے ہیں، ان سے مراد یہ ہے کہ دلیل کا اصل لفظ صراحتاً کسی معنی کو واضح کرتا ہے، اور اس سے ایسا ایک دوسرا حکم یا مسئلہ بھی اخذ ہوتا ہے جس پر اگر چہ لفظ دلالت تو نہیں کرتا مگر لفظ کا مفہوم اس حکم یا مسئلہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) مفہوم الموافقہ (۲) (مفہوم المخالفہ)

مفہوم الموافقہ کی مثال: جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ﴾ (سورة الإسراء، آیت: ۲۳) آیت کریمہ میں والدین کو اف تک کہنے سے منع کیا جارہا ہے، اور یہ معنی منطوق ہے۔ جبکہ معنی مفہوم سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی، بے ادبی یا ایذا رسانی جائز نہیں، کیونکہ جب ''اف'' کرنا حرام قرار دیا گیا، تو سب وشتم یا ضرب وجرح کی دوسری صورتیں کیسے جائز ہو سکتی ہیں، بلکہ وہ بدرجہ اولی حرمت کا حکم رکھتی ہیں۔

اسی طرح فرمان الہی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا﴾ (سورة النساء، آیت: ۱۰) میں ناحق اور ظلم سے یتیموں کا مال کھانے والے لوگوں کو وعید سنائی جارہی ہے، یہ معنی منطوق ہے، جبکہ معنیٰ مفہوم یہ ہے کہ یتیموں کے مال کو کسی بھی طرح ضائع یا سلب کرنا جائز نہیں، اگر ایک شخص یتیم کا مال خود نہیں کھاتا، مگر یتیم سے ظلماً لیکر دوسرے کو دیتا ہے، یا خود نہیں کھاتا لیکن کسی دوسرے طریقے سے اسے ضائع کرتا ہے۔ تو آیت کا مفہوم یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ سب طریقے بھی حرام ہی ہیں، اور ایسا کرنے والے آیت میں ذکر کردہ وعید کو شامل ہیں، اگر چہ دوسرے طریقوں کا ذکر آیت میں موجود نہیں۔

مفہوم المخالفہ کی مثال: جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''فِي الْغَنَمِ السَّائِمَةِ الزَّكَاةُ'' یعنی خود سے چرنے والی بکریوں میں زکاۃ (واجب) ہے، حدیث کا یہ معنیٰ منطوق ہے، جبکہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ گھروں پر پالی جانے والی بکریوں پر زکاۃ نہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے بکریوں کی زکاۃ اس صورت میں واجب فرمائی جب ان کی تعداد چالیس ہو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ چالیس سے کم بکریوں پر زکاۃ واجب ہی نہیں۔ (مترجم)

ملاحظہ: یہ بات ذہن میں رہے کہ مؤلف۔ رحمہ اللہ۔ نے جو بعض علمی اور اصولی اصطلاحات یہاں پر ذکر کی ہیں، ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا مفہوم قاری کے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے، تاکہ وہ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت ان اصطلاحات کے معنیٰ کے عدم فہم کی وجہ سے حیرت یا ازعاج محسوس نہ کرے..... ورنہ یہ علمی مصطلحات مزید شرح وبیان کی محتاج ہیں۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض لوگ غلطی کر گئے ہیں

میرے دینی بھائیو! بعض لوگ قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے غلطی کر گئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ﴾ (سورۃ الأنعام، آیت: ۳۸)

''زمین پر چلنے والے تمام جانور، اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والے پرندے سب تمہاری طرح (متنوع) مخلوق ہیں، ہم نے ''کتاب'' میں کوئی بھی چیز نہیں چھوڑی، پھر سب اپنے پروردگار کی طرف سمیٹے (جمع کیے) جائیں گے''۔

بعض لوگوں نے آیۃ کریمہ میں لفظ ''الکتاب'' سے مراد قرآن مجید لیا ہے، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں پر ''الکتاب'' سے مراد لوح محفوظ ہے۔ رہی بات قرآن کریم کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توصیف وتعریف اسلوبِ مثبت میں فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ یعنی ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا مکمل بیان موجود ہے، اور یہ اسلوب (مثبت) سابقہ آیت کریمہ یعنی ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾ کے اسلوب نفی سے (بلاغت کے اعتبار سے) زیادہ بلیغ اور واضح ہے۔

حدیث رسول بھی قرآن کی طرح وحی کا حصہ ہے

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ سوال کر بیٹھے کہ اگر قرآن مجید میں ہر شیء موجود ہے، ہر سوال کا جواب موجود ہے، تو پھر دن رات میں ادا کی جانے والی پانچ نمازوں اور ان کی تعداد اس میں نظر نہیں آتی۔ اور جب نمازوں کی رکعات کی تعداد قرآن مجید میں موجود نہیں تو پھر فرمان الٰہی ﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ کیا معنی رکھتا ہے؟

Www.IslamicBooks.Website

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب قرآن مجید میں یہ (بھی) واضح فرمایا ہے کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ ہر اس بات پر عمل پیرا ہوں، جو بات انہیں رسول اللہ ﷺ نے بتلا دی، اور اس طریق پر چلیں جس کی راہنمائی انہیں آپ ﷺ نے فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ (سورة النساء، آیت: ۸۰)

ترجمہ: ''اور جو شخص اس رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اسی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے (اطاعت سے) منہ پھیر لیا، تو (اے نبی) ہم نے آپ کو ان لوگوں پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا ہے''۔

ایک دوسری جگہ یوں حکم فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (سورة الحشر، آیت: ۷)

ترجمہ: ''اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو، اور جس سے روکے، اس سے رک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

اس لیے جو بات بھی سنت مطہرہ سے ثابت ہے گویا کہ وہ قرآن مجید سے ثابت ہے، اس لیے کہ سنت مطہرہ بھی وحی کی ایک قسم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا، اور آپ ﷺ کو اس کی تعلیم فرمائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی ہے: ﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (سورة النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی، اور آپ کو وہ کچھ سکھایا، جسے آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے''۔

Www.IslamicBooks.Website

غرض ان آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو بات سنت مطہرہ میں بیان ہوئی ہے گویا کہ وہ قرآن کریم ہی سے ثابت ہے۔

دین مکمل ہو چکا ہے

میرے دینی بھائیو! جب یہ بات طے ہوگئی اور آپ اچھی طرح سمجھ گئے کہ نبی ﷺ کا فرمان وارشاد بھی اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ وحی کا ہی حصہ ہے، تو کیا پھر یہ خیال صحیح ہوسکتا ہے کہ دین سے متعلق کچھ احکام ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہوسکتا ہے لیکن آپ ﷺ انہیں بغیر بتائے ہوئے اس دنیا سے وفات پا گئے۔

ہرگز نہیں! بلکہ حق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دین اسلام کو مکمل طور پر امت تک پہنچا دیا۔ کبھی اپنے اقوال سے، کبھی اپنے افعال سے اور کبھی اپنی تقریر سے (۱) اس طرح آپ ﷺ کبھی خود سے ابتداء کر کے دین کے احکام ومسائل بیان کرنا شروع کر دیتے اور کبھی کسی سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اللہ تعالی دور دراز دیہات سے کسی دیہاتی کو بھیج دیتا (۲) اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین سے متعلق کوئی ایسا سوال پوچھ لیتا، جو سوال وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہ پوچھتے جو ہر وقت اور ہر لمحہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی بدوی شخص کو دین سے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھتے، تو نہایت ہی فرحت ومسرت کا اظہار کرتے تھے۔

---

(۱) تقریر سے مراد یہ ہے، کہ اگر صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام انجام دیا، اور آپ ﷺ نے انہیں اسے منع نہیں فرمایا، گویا کہ آپ کی خاموشی اس عمل پر اظہار رضامندی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ صحابہ کرام کو ضرور اس سے منع فرماتے، اصول حدیث کی رو سے اس کام کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے، کہ یہ عمل تقریر سے ثابت ہے۔ (مترجم)

(۲) یعنی جب اللہ تعالی کسی دیہاتی شخص کو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی توفیق دیتا۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

غرض یہ سب باتیں اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو ہر اس چیز سے آگاہ فرمادیا، جس کی ضرورت انہیں درپیش آتی، اور چاہے ان کی وہ ضرورت عبادات سے متعلق ہو، معاملات سے متعلق ہو یا زندگی کے کسی بھی مسئلہ سے متعلق۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس کی گواہی قرآن کریم کی ایک آیت اس طرح دے رہی ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ، آیت: ۳)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا''۔

بدعات کی ایجاد دین میں تنقیص کے مترادف ہے

میرے مسلمان بھائیو! جب یہ بات طے ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے، تو پھر آپ یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو شخص اللہ تعالی کے اس دین میں کوئی نئی بدعت ایجاد یا اختیار کر لیتا ہے، اگر چہ اس کا ارادہ کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو، بہر حال اس کی یہ بدعت گمراہی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کے دین میں طعن و تنقیص شمار ہوگی، بلکہ اللہ تعالی کے اس صریح اور واضح فرمان کی تکذیب تصور ہوگی، جس میں دین اسلام کی تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ اور وہ اس لیے! کیونکہ اللہ تعالی کے دین میں اپنی طرف سے بدعت ایجاد کرنے والا یہ شخص گویا بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ دین -نعوذ باللہ- ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے، بلکہ اس میں ابھی وہ چیز موجود ہی نہیں جسے وہ ایجاد کر کے (بزعم باطل) اللہ تعالی کا تقرب حاصل کر رہا ہے۔

یہ بات اور بھی تعجب خیز ہے، کہ ایک شخص ایسی بدعت ایجاد کرتا ہے جس کا تعلق اللہ تعالی

Www.IslamicBooks.Website

کی ذات اقدس اور اس کے اسماء وصفات سے ہوتا ہے، اور پھر وہ یہ دعوی بھی کر لیتا ہے کہ وہ دراصل (یہ بدعت ایجاد کر کے) رب کی شان کی تعظیم کر رہا ہے، اور اللہ کی تنزیہ اور پاکی بیان کر رہا ہے، بلکہ اس کا مقصود نظر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کر رہا ہے جس میں یہ ارشاد ہوا ہے: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة البقرة، آیت: ۲۲)

ترجمہ: ''اور (جب تم یہ جانتے ہو تو) پھر اللہ تعالی کا مدمقابل (ہمسر) کسی کو بھی نہ ٹھیراؤ''۔

واقعتاً آپ کو اس بات پر تعجب ہوگا، کہ یہ شخص ایک طرف تو اللہ تعالی کے دین بالخصوص اللہ تعالی کی پاک ذات کے بارے میں نو ایجاد بدعت کا مرتکب ہو کر ایک ایسا مذہب ومسلک اختیار کر بیٹھتا ہے، جس پر نہ اس امت کے اسلاف رہے ہیں اور نہ ہی ائمہ کرام، اور پھر یہی شخص دوسری طرف یہ دعوی بھی کرتا ہے کہ وہ (یہ مسلک ومذہب اختیار کر کے) اللہ تعالی کی پاکی بیان کرنا چاہتا ہے، اور اس کی عظمت وجلال کو اجاگر کرنا چاہتا ہے، بلکہ وہ (یہ بدعت ایجاد کر کے) حکم باری تعالی: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ کی تعمیل کر رہا ہے۔

اتنا ہی نہیں! بلکہ جو شخص اس کے اس مسلک سے تعارض یا اس کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اسے ممثّل اور مشبہ جیسے برے القاب سے نوازنے سے بھی جھجک محسوس نہیں کرتا۔(۱)

اسی طرح آپ کو اس قوم پر بھی بڑا تعجب ہوگا جو ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی ذات

---

(۱) مؤلف رحمہ اللہ۔ دراصل۔ یہاں فرقہ معطلہ اور جہمیہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالی کی ذات اقدس کو مخلوقات سے تشبیہ وتمثیل سے پاک اور منزہ ظاہر کرنے کے لیے اس کے اسماء وصفات ہی کا انکار کرتے ہیں، جبکہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے، کہ وہ کتاب وسنت میں وارد اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر بغیر تشبیہ یا تمثیل کے ایمان لاتے ہیں، اسی لیے جب حضرت امام مالک سے اللہ تعالی کے عرش پر مستوی ہونے کی صفت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ استوی تو دلائل سے معلوم (ثابت) ہے، لیکن اسکی کیفیت مجہول ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، جب کہ اس بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

مبارکہ کے حوالے سے دین میں ایسی نئی نئی بدعات ایجاد کر لیتی ہے، جن کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اور دوسری طرف یہ دعوی کرتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والی اور آپ ﷺ کی شان وعظمت کو بڑھانے والی قوم ہے، بلکہ جو لوگ ان کی ان نو ایجاد بدعات کو قبول نہیں کرتے، وہ انہیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم لوگ دراصل نبی ﷺ سے بغض وعداوت رکھنے والے لوگ ہو، اسی طرح جو لوگ ان کی بدعات سے موافقت نہیں رکھتے وہ انہیں طرح طرح کے برے اور شنیع القاب دیتے ہیں۔

عجب ہے کہ یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت کو اجاگر کرنے کی بات کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے دین اور اس کی شریعت مطہرہ میں بدعات پیدا کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی کی جسارت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورة الحجرات، آیت: ۱)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالی سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے''۔

اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت کا تقاضا

میرے بھائیو! میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، اور اللہ کی قسم دیکر پوچھ رہا ہوں، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ جذبات وعواطف کی رو میں بہہ جانے کے بجائے اپنے ضمیر سے پوچھ کر، اور تقلید کی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر دین کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جواب دیں۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جو دین میں ایسی بدعات نکالتے ہیں، جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، چاہے وہ بدعات اللہ تعالی کی ذات اقدس

Www.IslamicBooks.Website

اور اس کے اسماء وصفات سے متعلق ہوں، یا ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہو، اور پھر یہ لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان وعظمت کو بڑھا رہے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہوسکتا ہے، کہ یہ لوگ دین میں بدعات ومحدثات بھی ایجاد کرتے رہیں، اور پھر اللہ اور اللہ کے رسول کی شان وعظمت کو بڑھانے والے بھی قرار پائیں۔ یا وہ لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے شان ومقام کی حقیقی تعظیم کر رہے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ذرہ برابر نہیں ہٹتے، اور کہتے ہیں کہ شریعت میں جو بات بھی وارد ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہر اس بات کی دل سے تصدیق کرتے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی، اور ہر اس امر پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں، جس کا ہمیں حکم دیا گیا، اور ہر اس منہی عنہ شیء سے پرہیز کرتے ہیں جس سے ہمیں روکا گیا ہے۔ اور صاف کہتے ہیں کہ جس چیز کا ثبوت شریعت میں موجود نہیں، ہم اس سے دور ہیں، ہم اسے دین نہیں مانتے، اور نہ ہی ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی کریں، اور نہ ہی ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ دین میں کوئی ایسی بات کہہ بیٹھیں جس کا ثبوت دین میں موجود نہیں۔

مذکورہ ان دونوں جماعتوں میں سے کس جماعت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور ان کی تعظیم کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے؟

بلاشک! یہ حق ان کو حاصل ہے، جنہوں نے ایمان وتصدیق کی راہ اختیار کی، شریعت میں ثابت شدہ اوامر واحکام پر کاربند رہے، اور جن امور سے منع کیا گیا ہے، ان سے پرہیز برتتے رہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں کوئی ایسی بات رکھ دیں، جس کا دین میں کوئی ثبوت موجود نہیں۔ یا کوئی ایسی بدعت ایجاد کر ڈالیں، جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

یقیناً یہ وہ جماعت ہے اور وہ لوگ ہیں، جو اپنی اصل حیثیت کو جان چکے ہیں، اور اپنے

Www.IslamicBooks.Website

خالق و مالک کی شان وعظمت کو سمجھتے ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے فی الحقیقت اللہ جل شانہ اور رسول اکرم ﷺ کی شان وعظمت کو بڑھایا ہے، اور ان سے اپنی سچی محبت کا اظہار کیا ہے۔

اس کے برعکس ان لوگوں کو محبت وتعظیم کے دعوی کا حق ہرگز حاصل نہیں، جو دینی عقائد اور اقوال واعمال میں ایسی ایسی نت نئی بدعات کو ایجاد واختیار کرتے ہیں، جن کا دین سے کوئی دور کا واسطہ نہیں۔

اور آپ کو اس قوم پر بڑا تعجب ہوگا، کہ یہ لوگ فرمان رسول ﷺ: (إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ) (۱) کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔

ترجمہ: ''خبردار! دین میں نئی ایجادات سے بچو، کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد شیء بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی (کا انجام) جہنم ہے''۔

اور وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حدیث مذکور میں وارد الفاظ: ''كُلُّ بِدْعَةٍ'' عربی لغت کے اعتبار سے عموم وشمول پر دلالت کرتے ہیں، بلکہ لفظ ''كُلٌّ'' (لغوی اعتبار سے) ایسا مضبوط ترین لفظ ہے، جو عموم وشمول کے مکمل معانی کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور یہ لفظ ''كُلُّ بِدْعَةٍ'' اس ذات کریم نے بیان فرمایا ہے، جو اس کے مکمل معنی ومدلول اچھی طرح جانتی تھی۔

---

(۱) مسند امام احمد، حدیث نمبر: ۱۷۲۷۴۔ ۱۷۲۷۵، سنن ابوداود، کتاب السنۃ، باب في لزوم السنۃ (۴۶۰۷)، سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ، سنن ابن ماجہ: ۴۲، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے امام حاکم کی اس میں موافقت کی ہے، لیکن ان کی سند میں (وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ) کے الفاظ نہیں ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

اور آپ ﷺ تو تمام مخلوق میں زبان کے اعتبار سے انتہائی فصیح ترین، اور خیر خواہی کے لحاظ سے نہایت ہی ناصح تھے۔ اور جب وہ کوئی لفظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے، تو اس کے (معروف معنی کو بیان کرنے کے) قصد ہی سے اس کو ادا فرماتے۔ اس لیے جب نبی ﷺ نے یہ فرمایا: "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یعنی ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے، تو آپ ﷺ ان الفاظ کے معانی ومقصود کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور ان الفاظ کے صدور و بیان میں پوری امت کے لیے کمال خیر خواہی مطلوب تھی۔ اور جب آپ ﷺ کے فرمان میں مذکورہ تینوں امور یعنی: امت کے لیے انتہائی خیر خواہی کا قصد، بیان میں کمال فصاحت، اور علم و معرفت میں کمال، مجتمع ہیں، تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان سے وہی مطلب مراد لیا جائے گا، جس پر اس فرمان کا معنی دلالت کرتا ہے۔ لیکن کیا عموم وشمول پر محیط اس لفظ "کُلُّ بِدْعَةٍ" کے بعد بھی بدعت کو تین یا پانچ انواع میں تقسیم کرنا صحیح ہے!؟ ہرگز نہیں، ہر بدعت، بدعت ہی ہے، رہی بات ان بعض علماء کی، جن کا دعوی ہے کہ بدعت کی ایک قسم بدعت حسنہ (اچھی بدعت) بھی ہے، تو ان کے اس دعوی کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں۔

اوّلا:- جس امر کو وہ بدعت (حسنہ) گردانتے ہیں، درحقیقت وہ بدعت ہی نہ ہو۔

ثانیًا:- یا وہ حقیقت میں بدعت ہی ہو، اور چونکہ بدعت بہر حال بری اور قبیح چیز ہے لیکن وہ اس کی برائی اور قباحت سے ناآشنا ہوں۔

اس حقیقت کے پیش نظر کسی اہل بدعت کے لیے کوئی ایسی راہ باقی نہیں رہتی، جسے اختیار کر کے وہ شخص بدعت کو حسنہ کا نام دیکر اسے دینی بنیاد فراہم کرے، جبکہ ہمارے ہاتھ میں فرمان نبوی "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کی تیز دھار تلوار موجود ہے، اور یہ تلوار رسالت ونبوت کے مصنع میں تیار کی گئی ہے، اسے کسی مضطرب کارخانے میں نہیں بنایا گیا ہے، آپ ﷺ نے اسے کارخانہ

Www.IslamicBooks.Website

نبوت میں نہایت ہی بلیغ انداز میں تیار فرمایا ہے، اس لیے جس کے ہاتھ میں یہ ننگی تلوار لٹک رہی ہے تو پھر کسی کی کیا مجال کہ وہ کسی بدعت کو اٹھا کر اسے بدعت حسنہ کا نام دے اور اس کارخانہ نبوت میں بنائی گئی اس ننگی تلوار کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے۔ وہ بدعت کو حسنہ کا نام دیکر کیا مقابلہ کر سکتا ہے، جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یعنی ہر بدعت گمراہی ہی ہے۔

فرمان عمر رضی اللہ عنہ "نعمت البدعة هذه" کی حقیقت

لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تمہارے دلوں میں ایک خیال ابھرا ہے، جو تمہیں بے چین کیے ہوئے ہے۔ اور وہ یہ کہ جب "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" عام اور شامل ہے، تو پھر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جسے اللہ تعالی نے حق کی توفیق سے نوازا تھا، نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم الداری - رضی اللہ عنہما - کو ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ (نماز تراویح) کے لیے امامت کرانے کا حکم کیوں دیا۔ اور پھر خلیفۃ المسلمین لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھتے دیکھ کر یہ (کیوں) فرمانے لگتے ہیں: "نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ". (صحيح بخاری، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: "یہ نیا طریقہ کیا ہی بہتر ہے، اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں، اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں" (۱)

اس (استفسار) کا جواب دو طریقوں سے دیا جا رہا ہے۔

اوّل: کسی بھی شخص کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مقابلہ یا معارضہ

---

(۱) یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصہ کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث مذکور میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: "وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ" یعنی لوگ تو یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھتے تھے (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

کسی شخص کے قول سے کرے، چاہے وہ امت میں نبی ﷺ کے بعد افضل ترین شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کیوں نہ ہو، یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول، جو امت میں صدیق کے بعد ثانی مقام رکھتے ہیں، اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول سے فرمان رسول کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اگرچہ وہ امت میں حضرت عمر کے بعد درجہ ثالث پر فائز ہیں، اور نہ ہی سنت کا معارضہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے کیا جا سکتا ہے، اگرچہ امت میں ان کی افضلیت (چوتھے درجہ پر) مسلّم ہے، یا ان کے علاوہ اور بھی کوئی ہو، سنت کے مقابلے میں کسی کا قول دین میں پیش نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورۃ النور، آیت: ٦٣)

ترجمہ: ''پس ان لوگوں کو جو رسول کی مخالفت کرتے ہیں ڈرتے رہنا چاہیے، تاکہ کہیں وہ کسی زبردست آفت کی زد میں نہ آئیں، یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ گھیر لے''۔

امام احمد بن حنبل - رحمہ اللہ - فرماتے ہیں: ''أَتَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ'' ؟ یعنی کیا تم جانتے ہو کہ (آیت کریمہ میں وارد لفظ) فتنہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''الْفِتْنَةُ الشِّرْكُ، لَعَلَّهُ إِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِ النَّبِيِّ أَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الزَّيْغِ فَيَهْلِكُ''۔ ''فتنہ سے مراد شرک ہے، اور شاید کہ جب کوئی شخص نبی ﷺ کے فرمان کے کسی حصہ کو رد کرے، نتیجۃً اس کے دل میں ٹیڑھا پن آ جائے، اور پھر ہلاک و برباد ہو کر رہ جائے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس - رضی اللہ عنہما - فرماتے ہیں: ''يُوشِكُ أَنْ تَنزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ، أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ''. ''قریب ہے تم پر آسمان سے سنگ باری کی جائے، میں کہتا ہوں: ''رسول اللہ ﷺ نے (ایسے) فرمایا''۔ اور تم کہتے ہو کہ (لیکن) ابوبکر اور عمر - رضی اللہ عنہما - نے تو ویسے فرمایا''۔

Www.IslamicBooks.Website

دوم: ہم کامل یقین کے ساتھ یہ بات جانتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ؓ بدرجہ کمال اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے احکام وحدود کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے میں ایسے مشہور تھے، کہ انہیں " وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ" یعنی "اللہ تعالیٰ کے کلام کے سامنے رک جانے والے" کے وصف خاص سے جانا جاتا تھا۔ اور اسی (وصف خاص) کے احقاق واثبات کے لیے اس خاتون کا وہ قصہ کافی ہے، جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خواتین کے حق مہر کی حد بندی لگانے کے معاملے میں اعتراض کیا تھا، اور اللہ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کرتی ہے: ﴿وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۲۱)

ترجمہ: "اور آخر تم کس طرح اسے (مہر واپس) لے لوگے، حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو، اور انہوں نے تم سے بڑا ہی پختہ عہد وپیمان لے رکھا ہے"۔

قرآن کریم کی یہ آیت سن کر خلیفۃ المسلمین حق مہر کی تحدید کے ارادہ کو واپس لے لیتے ہیں، لیکن واضح رہے کہ اس واقعہ کی صحت وثبوت پر علماء کا کلام ہے، لیکن یہاں پر اسے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عمر بن الخطاب اللہ تعالیٰ کے متعین حدود کے پاس ٹھہر جاتے، کبھی ان سے آگے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اور اسی حقیقت کے پیش نظر پھر یہ ان کے شایان شان ہرگز نہیں کہ وہ سید البشر محمد ﷺ کے فرمان کی مخالفت کریں گے، اور کسی بدعت کے بارے میں "نَعْمَةِ الْبِدْعَةُ" کہہ کر اسے اچھی بدعت قرار دیں گے، اور پھر "نَعْمَةِ الْبِدْعَةُ" سے انہیں وہی بدعت مقصود ہوگی، جو آپ ﷺ کو اپنے فرمان "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" میں مقصود ومراد تھا (ہرگز نہیں!) بلکہ ضروری ہے کہ فرمان عمر رضی اللہ عنہ: "نَعْمَةِ الْبِدْعَةُ" سے وہ بدعت مراد لی جائے، جو فرمان نبوی ﷺ "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کے تحت نہ آتی ہو، کیونکہ دراصل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

Www.IslamicBooks.Website

"نِعْمَةِ الْبِدْعَةُ هَذِه" کہکر لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا کرنے کے واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور لوگ اس سے پہلے یہ نماز الگ پڑھا کرتے تھے، لیکن اس کی اصل یہ ہے کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنی تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عائشہ- رضی اللہ عنہا- سے مروی حدیث میں وارد ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رات لوگوں کو جماعت کے ساتھ (تراویح) کی نماز پڑھائی، چوتھی رات آپ ﷺ نے تاخیر فرمائی (۱) اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "..... لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا"۔ "لیکن مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، اور پھر تم (مشقت کی وجہ سے) اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ"۔

غرض رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ قیام لیل (تراویح) ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ ہے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس اعتبار سے بدعت (نیا طریقہ) کا نام دیا، کیونکہ آپ ﷺ نے جب جماعت کے ساتھ قیام رمضان کو ترک فرمایا، تو لوگ متفرق ہو گئے، کوئی آکر مسجد میں اکیلے نماز تراویح پڑھنے لگتا، کسی کے پیچھے ایک یا دو اشخاص، اور کسی کے پیچھے چند اشخاص اور کسی کے پیچھے ایک چھوٹی سی جماعت ہو لیتی، اور یوں وہ نماز تراویح پڑھ لیتے۔ تو حضرت عمر

---

(۱) چوتھی رات تاخیر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تراویح کی بجائے صبح کو نماز فجر کے لیے تشریف لائے، اور نماز فجر پڑھنے کے بعد لوگوں سے کہا: "..... فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ ....." یعنی مجھ پر یہ بات مخفی نہ تھی کہ تم یہاں (مسجد میں تراویح کے لیے) جمع ہوئے ہو، لیکن مجھے اس بات کا خوف ہوا..... الخ (تفصیل کے لیے دیکھیں صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل ما قام رمضان، حدیث نمبر: ۲۰۱۲، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الترغیب في قیام رمضان، وہو التراویح، حدیث: ۷۶۱۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

رضی اللہ عنہ نے اپنی بہترین (اور دوررس) رائے کی بنا پر لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کرنے کی طرح ڈالی، اور چونکہ لوگ اس سے قبل اس امر میں منتشر اور متفرق تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو پھر سے مجتمع کرنے کا یہ فعل اس اعتبار سے ایک اضافی بدعت (یعنی نیا طریقہ ہی تھا)، نہ کہ اسے ایسی مطلق نو ایجاد بدعت قرار دیا جاسکتا ہے، جس بارے میں یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے (شریعت میں کسی دلیل یا سابقہ مثال کے بغیر ہی) اپنی طرف سے ایجاد کر ڈالا- کیونکہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعید میں باضابطہ موجود تھی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا ہے)، اور بعد میں اسے (امت پر فرض ہونے کے خوف سے) ترک کر دیا گیا، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) دوبارہ اس کا اعادہ (اجراء) فرمایا۔ اور اس مخصوص (اور واضح) صورت احوال کے پیش نظر یہ ہرگز ممکن نہیں، کہ اہل بدعت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان: "نِعْمَةِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ" سے کوئی ایسی راہ (چور دروازہ) مل جائے، جسے اختیار کر کے وہ اپنی نو ایجاد بدعات کو بدعات حسنہ کا نام دیکر انکی شرعی حیثیت ثابت کر سکیں۔

چند شبہات اور ان کا ازالہ

پہلا شبہہ: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس وقت تو دنیا میں بہت سی ایسی نو ایجاد اشیاء موجود ہیں، جنہیں مسلمانوں نے قبول کر لیا ہے، اور وہ آج ان پر عمل پیرا ہیں، جبکہ وہ (اشیاء) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معروف نہ تھیں، مثلاً: موجودہ شکل میں مدارس (کی تعمیر اور ان کا نظام تعلیم) اور کتابوں کی تصنیف و تالیف، اسی طرح اور بھی بہت سی نو ایجاد چیزیں ہیں، جنہیں مسلمان استحسان کی نگاہ سے بھی دیکھتے ہیں، اور خود ان پر عمل بھی کر رہے ہیں، بلکہ انہیں انتہائی نیک اعمال تصور کرتے ہیں،- سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دور حاضر میں انجام دی جانے والی یہ نو ایجاد اشیاء، جنہیں مستحسن بھی سمجھا جاتا ہے، اور مسلمان بالاتفاق ان پر عمل پیرا بھی ہیں، اور پھر قائد امت، نبی

Www.IslamicBooks.Website

رحمت ورسول رب العالمین ﷺ کے فرمان: "وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کے درمیان توافق کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟۔

اس شبہہ کا جواب: اس شبہہ کا جواب یہ ہے، کہ دراصل یہ نو ایجاد اشیاء بدعت کے زمرے میں نہیں آتی ہیں، بلکہ یہ مشروع (یعنی شریعت میں ثابت شدہ) امور تک پہنچنے کے لیے ایک وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ازمان واماکن کے اختلاف وتبائن کی وجہ سے وسائل بھی مختلف ہوتے ہیں، اور یہ بات (دین میں) مقررہ اصول وقواعد میں سے ہے، کہ وسائل کا حکم (اور ان کی شرعی حیثیت) مقاصد کے تابع ہوتی ہے، اس قاعدہ کی بناء پر یہ کہا جائے گا کہ مشروع مقصد تک لے جانے والا وسیلہ بھی مشروع ہے، جب کہ غیر مشروع ہدف تک پہنچانے والا وسیلہ بھی غیر مشروع ہی ہے۔ بلکہ یہ کہیں کہ حرام تک لے جانے والا وسیلہ بھی حرام ہی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خیر کا کام شر کے حصول کا سبب بنے، تو وہ (خیر کا کام) بھی شرعاً ممنوع (ناقابل عمل) قرار پائے گا۔ (اس بات کو سمجھنے کے لیے) اللہ تعالی کا یہ ارشاد غور وتدبر سے سنیں، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (سورة الأنعام، آیت: ۱۰۸)

ترجمہ: "(اے اہل ایمان) تم ان کو گالی نہ دو، جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، کیونکہ پھر وہ بھی جہالت کی بناء پر حد سے گزرتے ہوئے اللہ تعالی کو گالی دینے لگیں گے"۔

حقیقت یہ ہے کہ مشرکین کے ان باطل معبودوں کو سب وشتم کرنا، انہیں برا بھلا کہنا حد سے تجاوز نہیں ہے، بلکہ یہ اپنی جگہ برحق ہے، لیکن ردِّ فعل کے طور پر مشرکوں کا اللہ رب العالمین کو (ناحق) برا بھلا کہنا تو ظلم وعدوان اور حد سے تجاوز ہے، لہذا باطل معبودوں کو سب وشتم کرنا گرچہ شرعاً محمود عمل تھا، لیکن جب یہ عمل اللہ تعالی کی شان ومقام میں گستاخی کا سبب بنا، تو ممنوع اور حرام

Www.IslamicBooks.Website

قرار پایا۔

یہ بات میں نے اس امر پر بطور دلیل پیش کی، کہ وسائل مقاصد کے حکم میں آتے ہیں، اس لیے مدارس کا قیام، علم کی تدوین اور کتابوں کی تالیف اگر چہ ایسے نئے ایجاد شدہ کام ہیں، جو نبی ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اس طرز پر موجود نہ تھے، لیکن چونکہ ان کاموں کا یہ طرز خود مقصود ومطلوب نہیں، بلکہ یہ مخصوص اہداف ومقاصد کے حصول کے لیے وسیلہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور چونکہ وسائل -جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں- مقاصد کے حکم میں آتے ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص کسی حرام علم کی نشر وتعلیم کے لیے کوئی مدرسہ تعمیر کر لیتا ہے، تو وہ تعمیر حرام ہے، لیکن اگر اس کے برعکس ایک شخص شرعی علم کے نشر واشاعت کی غرض سے کوئی مدرسہ تعمیر کرتا ہے، تو پھر یہ تعمیر مشروع ہی ہوگی۔

دوسرا شبہہ: اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے، کہ تمہارے پاس اس حدیث کا کیا جواب ہے، جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ". (صحيح مسلم/ كتاب الزكاة/ باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار، حديث نمبر: ١٠١٧)

ترجمہ: "جس شخص نے اسلام میں کوئی بہترین طریقہ نکالا، تو اس کے لیے اس کا اپنا اجر، اور ان کا اجر (بھی) ہے جو قیامت کے روز تک اس پر عمل کریں"۔

اس شبہہ کا جواب: اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ جس ذات مبارکہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ: "مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً....." اسی ذات نے ہی "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کے الفاظ بھی ارشاد فرمائے ہیں، اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ نبی صادق ومصدوق ﷺ سے صادر ہونے والے فرمودات ایک دوسرے کی تردید یا تکذیب کریں، اور یہ بھی کلیۃً ممکن نہیں، کہ آپ ﷺ

Www.IslamicBooks.Website

کے ارشادات میں کسی قسم کا تناقض یا تضارب پایا جائے، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ آپ کا کوئی قول متناقض معنی پر دلالت کرے۔ بلکہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے کلام یا رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں کسی قسم کا تناقض (ٹکراؤ) پایا جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ (اپنے اس باطل گمان) پر نظر ثانی کرے، کیونکہ ایسا گمان یا تو اس کے قصور کا نتیجہ ہے، یا اس کی طرف سے تقصیر کا شاخسانہ(۱) کیونکہ کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ کے مابین کسی قسم کے ٹکراؤ کا پایا جانا ممکن ہی نہیں۔

اور جب یہ بات طے ہے کہ کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ ایک دوسرے سے کبھی تناقض ہو ہی نہیں سکتے، تو پھر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ''کل بدعۃ ضلالۃ'' اور ''مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً'' کے مابین بھی کسی قسم کا ٹکراؤ یا تناقض نہیں پایا جاتا۔ وہ اس لیے کہ آپ ﷺ حدیث مذکور میں فرماتے ہیں کہ: ''مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ .....'' جبکہ بدعات کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں، اسی طرح آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''.....حَسَنَةً'' جبکہ بدعت کبھی حسنہ ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے مذکورہ دونوں احادیث میں اختیار سنت اور ایجاد بدعت کا واضح فرق ہے(۲) مذکورہ اسی شبہ کی تردید میں ایک اور جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے، کہ حدیث کے

---

(۱) قصور سے مراد علمی حقائق سے نابلد ہونا، جبکہ تقصیر سے حق کی معرفت کے لیے عدم جستجو کرنا مراد ہے، اور یہ دونوں نقائص حق تک پہنچنے کے لیے بنیادی رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ (مترجم)

(۲) یعنی حدیث ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' سے وہ سب بدعات مراد ہیں، جنہیں لوگ کسی شرعی دلیل کے بغیر ہی ایجاد کر لیتے ہیں، جبکہ ''مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً'' ..... سے وہ اعمال مراد ہیں جنہیں وہ اسلام میں کسی شرعی دلیل کی اساس پر اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا طریقہ بتلایا، اور اسکی اصل اساس وہ صحیح احادیث ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود نبی ﷺ نے یہ نماز صحابہ کو تین رات جماعت سے پڑھائی تھی۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

الفاظ: ''مَنْ سَنَّ سُنَّةً'' کا معنی '' مَنْ أَحْيَا سُنَّةً'' (یعنی جس نے کسی سنت کو زندہ کیا) ہے، یعنی سنت اصل میں موجود تھی، اس پر عمل ہو رہا تھا، پھر وہ عمل بعد میں معدوم ہو گیا، اور پھر اس کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اس معنی کی روشنی میں ''سَنَّ'' کی اضافت یہاں نسبی ہو گی، اور اسی طرح ''بدعت'' کی اضافت بھی اس شخص کی طرف نسبی ہی ہو گی، جس نے اسے متروک العمل دیکھ کر پھر سے زندہ کر دیا۔

اور ایک تیسرا جواب یہ بھی ہے، جو اس واقعہ سے اخذ ہوتا ہے، جس کے پیش آنے پر آپ ﷺ نے یہ الفاظ '' مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ ..... '' ارشاد فرمائے تھے واقعہ یہ ہے کہ ایک روز نبی ﷺ کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں چند لوگ تشریف لائے، اور وہ (فقر و فاقہ کی وجہ سے) انتہائی شدید اور تنگ حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام -رضی اللہ عنہم- سے ان کی امداد کے لیے صدقہ و خیرات طلب فرمایا، صحابہ کرام -رضی اللہ عنہم- نے حکم حبیب ﷺ پر لبیک کہتے ہوئے انواع و اقسام کی اشیاء لا کر رکھ دیں، اسی اثناء میں ایک انصاری صحابی -رضی اللہ عنہ- چاندی کی ایک تھیلی اس طرح بھر کے لائے، کہ ان کا ہاتھ بوجھ کی وجہ سے تھکا جا رہا تھا (۱) اور لا کر اسے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ (صحابہ کرام کا یہ بے مثال ایثار دیکھ کر) آپ e کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل گیا، اور فرمانے لگے: '' مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' یعنی ''جس نے اسلام میں کوئی نیک سنت (طریقہ) جاری کی، تو اس کے لیے اپنے کیے عمل کا بھی اجر و ثواب ہے، اور ان کا ثواب بھی، جو اس کے بعد قیامت تک اس (سنت) پر عمل کرتے رہیں گے'' اور اس حدیث میں لفظ

---

(۱) بلکہ حدیث مذکور میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: ..... كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ''یعنی قریب تھا کہ اس کا ہاتھ تھک جاتا، بلکہ تھک ہی گیا تھا''۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

''سنّ'' کسی کام کو انجام دینے اور اسے عملی جامہ پہنچانے کے معنی میں ہے، نہ کہ کسی کام کو کر کے اسے از خود کوئی شرعی حیثیت دینا مقصود ہے۔ اس لیے فرمان نبوی ﷺ: ''مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً'' کا معنی یہ ہوا کہ: جس شخص نے اسلام میں حدیث سے کسی (ثابت شدہ) عمل کو انجام دیا، نہ کہ کسی کام کو خود سے (دین سمجھ کر) انجام دے کر اس کی شرعی حیثیت قائم کی۔ کیونکہ کوئی بھی کام بغیر شرعی اساس کے انجام دینا ممنوع ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' یعنی ہر نوایجاد بدعت گمراہی ہے۔

عبادت میں متابعت کی شرط کب پوری ہوتی ہے؟

بھائیو! یہ بات بھی اچھی طرح جان لیں، کہ کسی بھی عمل میں متابعت (کی شرط) (۱) اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک وہ عمل چھ امور میں شریعت کے موافق نہ ہو۔ (اور وہ چھ امور یہ ہیں)

اول ''سبب'': یعنی ایک شخص کوئی عبادت کسی غیر شرعی سبب کے ساتھ منسلک کر کے اسے اللہ تعالی کے لیے انجام دیتا ہے تو وہ (عبادت اگرچہ اللہ کے لیے ہی انجام دی جا رہی ہے) بدعت ہے، اور کرنے والے شخص پر مردود ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے، کہ بعض لوگ ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو بیدار رہتے ہیں، اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں، کہ اس رات نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی ہے۔ رات کو شب بیداری کرنی، تہجد پڑھنا تو عبادت ہے، لیکن جب اس عبادت کو ایک خاص سبب یعنی واقعہ معراج سے منسلک کیا گیا تو وہ بدعت بن گئی۔ کیونکہ اس نے اس

---

(۱) عمل میں متابعت سے مؤلف کی مراد یہ ہے، کہ کوئی عمل اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق نہیں ہو سکتا جب تک اس میں (آگے ذکر کیے جانے والے) چھ امور کی موافقت نہ ہو، اور یہ بھی واضح رہے، کہ کسی بھی عمل کی عند اللہ قبولیت کے لیے بنیادی دو شروط کا پایا جانا ضروری ہے (۱) اخلاص (۲) متابعت۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

عبادت کے لیے ایک ایسے سبب کو بنیاد بنا کر اسے عمل میں لایا، جس (سبب) کی کوئی شرعی حیثیت ثابت نہیں (۱)

اور یہ علامت یعنی سبب میں عبادت کا شریعت کے موافق ہونا انتہائی اہم ہے، اور اسی سے لوگوں کے (اختیار وایجاد کردہ) بہت سے ان اعمال کی بدعیت واضح ہو جاتی ہے، جنہیں وہ سنت کے گمان سے اپنائے ہوئے ہیں۔

دوم ''جنس'': یعنی یہ بھی ضروری ہے کہ عبادت جنس میں شریعت کے موافق ہو، اس لیے اگر کوئی شخص اللہ تعالی کے لیے کوئی عبادت انجام دیتا ہے اور اس کے لیے کسی ایسی جنس کو اختیار (استعمال) کرتا ہے، جس کی مشروعیت ثابت نہیں، تو وہ عبادت بھی قابل قبول نہ ہوگی، مثال کے طور پر کوئی شخص گھوڑے کی قربانی کرتا ہے، تو اس کی یہ قربانی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس نے شریعت میں قربانی کے لیے کیے گئے مخصوص جنس کی مخالفت کی، کیونکہ قربانی تو اونٹ، گائے اور بکری کی ہوتی ہے، گھوڑے کی نہیں۔

سوم ''مقدار'': یعنی اگر ایک شخص فرض سمجھ کر ایک نماز کا اضافہ کرنا چاہتا ہے، تو ہم یہی کہیں گے،

---

(۱) مذکورہ سبب کی شرعی حیثیت کے عدم ثبوت سے مؤلف کی مراد یہ ہے، کہ اس رات کی یاد میں تخصیص کے ساتھ کوئی عبادت کرنی سنت رسول ﷺ سے ثابت نہیں، اور نہ ہی صحابہ کا اس پر کوئی عمل رہا ہے، اور نہ ہی اسے مخصوص عبادت کے لیے سبب بنانے کی کوئی دلیل موجود ہے اس لیے اسے بدعت قرار دیا گیا۔ البتہ اسراء ومعراج کا واقعہ تو حق ہے، جو صحیح نصوص سے ثابت ہے، اگرچہ اس کی تاریخ میں مؤرخین اور اہل سیر کے اقوال وآراء مختلف ہیں۔ اس لیے یہ کہا جائے کہ نہ ۲۷ رجب کی تحدید تاریخی طور پر صحیح ہے اور نہ ہی اس رات کا جشن منانا یا اس رات مخصوص عبادات انجام دینا وغیرہ شرعی طور پر ثابت ہیں۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

یہ (عبادت) بدعت اور نا قابل قبول ہے، کیونکہ یہ اضافہ شریعت میں (فرض کردہ پانچ نمازوں کی محدود تعداد) کے مخالف ہے۔ اسی طرح اس وصف سے یہ بات بھی بدرجہ اولی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً ظہر کی نماز (چار کے بجائے) پانچ رکعات پڑھ لیتا ہے، تو علمائے امت کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ اس کی یہ نماز صحیح نہیں (بلکہ باطل) ہے۔

چہارم "کیفیت": مثلاً ایک شخص وضو کرتا ہے، اور (وضو کے لیے وارد ترتیب کا لحاظ کیے بغیر) پہلے دونوں پاؤں دھو لیتا ہے، پھر سر کا مسح کرتا ہے؛ پھر دونوں ہاتھ دھوتا ہے، اور پھر اس کے بعد اپنا چہرہ دھوتا ہے، تو ہم یہی کہیں گے کہ اس شخص کا وضو باطل ہے، اس لیے کہ اس نے یہ وضو شریعت میں (وضو کے لیے بیان کردہ مخصوص) کیفیت کے برعکس کیا۔

پنجم "زمان (وقت)": مثلاً اگر ایک شخص (ایام عید الأضحیٰ) کے بجائے ماہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام ہی میں قربانی کر لیتا ہے، تو اس کی یہ قربانی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ- اگرچہ یہ عبادت شرعاً ثابت ہے- لیکن اسے انجام دینے کے لیے جو شریعت میں محدود وقت مقرر کیا گیا ہے، اس نے اس کی مخالفت کی-- اور یہ بات بھی سننے میں آتی ہے، کہ بعض لوگ ماہ رمضان المبارک میں بھی اللہ تعالی کے تقرب (عبادت) کی نیت سے بکرے ذبح کرتے ہیں، جبکہ حق یہ ہے کہ اس طرح کا یہ عمل بدعت ہے، کیونکہ شریعت میں ذبح کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اضحیہ (عید الاضحیٰ کی قربانی) ھدی (حج والی قربانی) اور عقیقہ (بچے کی پیدائش کے وقت کی جانے والی قربانی) کے علاوہ اور کوئی بھی چیز کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ رہی بات عید الاضحیٰ کی طرح ماہ رمضان میں اجر وثواب کا اعتقاد رکھتے ہوئے قربانی کرنے کی، تو یہ بدعت ہے ہاں اگر کوئی (مخصوص قربانی اور اس پر اجر وثواب کی نیت کے بغیر) گوشت کے لیے جانور ذبح کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

ششم ''مکان'': (جگہ) مثلاً اگر کوئی شخص مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ معتکف ہوتا ہے، تو اس کا یہ اعتکاف صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اعتکاف صرف مسجدوں میں ہی ہو سکتا ہے، حتی کہ اگر ایک عورت کہتی ہے کہ میں گھر میں مصلّی (یعنی گھر میں نماز کے لیے مخصوص جگہ) میں بیٹھ کر اعتکاف کرنا چاہتی ہوں، تو اسکا یہ اعتکاف بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس عبادت کے لیے شریعت میں جو مخصوص جگہ یعنی مساجد کی تحدید ثابت ہے، اس نے اس کی مخالفت کی۔

اسی طرح ایک اور مثال یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص طواف کرنا چاہتا ہے، لیکن دیکھا کہ مطاف لوگوں سے بھر چکا ہے، اور مطاف کے ارد گرد جگہ بھی تنگ ہو چکی ہے، تو مسجد کے پیچھے سے طواف کرنے لگا، تو اس کا یہ طواف صحیح نہیں ہے، کیونکہ طواف کے لیے جو جگہ مخصوص و متعین ہے، وہ تو بیت اللہ ہے، اور یہی حکم اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا ہے: ﴿وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ﴾ (سورۃ الحج، آیت: ۲۶)

ترجمہ: ''اور میرے گھر کو پاک رکھ طواف کرنے والوں کے لیے''۔

غرض کوئی بھی عبادت اس وقت تک ''عمل صالح'' نہیں کہلائی جا سکتی، جب تک اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں: اول: ''اخلاص''، دوم: ''متابعت'' اور یہ متابعت سابق الذکر چھ امور (کی رعایت کرنے) کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

بدعات میں مبتلا لوگوں سے دردمندانہ گزارش

ممکن ہے کہ بدعات کی دلدل میں مبتلا لوگوں کے مقاصد نیک ہی ہوں، اور وہ (بدعات کا ارتکاب کر کے) خیر ہی چاہتے ہوں، لیکن میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم واقعی خیر کے طلب گار ہو، تو اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ اس خیر کے حصول کے لیے سلف صالحین - رضی اللہ عنہم - کی راہ کے بغیر بھی کوئی اور راہ بہتر ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

میرے دینی بھائیو! رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اور سلف صالحین کی راہ پر گامزن ہو جاؤ، اور اسی (منہج) پر چلو جس پر وہ چلے تھے، اور جان لو کہ یہ تمہارے لیے کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

بدعات کی پابندی اور سنن رسول ﷺ کا ضیاع

اور میں یہ بات کہتا ہوں- اور اللہ کی پناہ! کہ کوئی ایسی بات کہہ دوں، جس کا مجھے علم نہیں- کہ آپ ان اہل بدعت میں سے بہت سے لوگوں کو بدعی اعمال انجام دینے میں بڑا حریص اور پابند پائیں گے، اور جب ان امور کو بجالانے کی نوبت آتی ہے جن کی شرعی حیثیت سنت کے دلائل سے ثابت ہے تو وہ آپ کو اس میں بڑے سست اور کمزور نظر آئیں گے۔ آپ انہیں بڑی ہمت وحرص کے ساتھ بدعات پر عمل کرتے دیکھیں گے، لیکن جب وہاں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو شریعت میں ثابت شدہ سنتوں پر عمل کے معاملے میں بڑے ضعف اور فتور کا شکار نظر آئیں گے۔ اور یہ سب کچھ دلوں پر بدعات کے نقصانات کا شاخسانہ ہے، کیونکہ بدعات کی وجہ سے دل بڑے برے اثرات سے دوچار ہو جاتے ہیں، اور بدعات کے تو دین پر بھی بڑے وسیع نقصانات مرتب ہوتے ہیں، بلکہ یہ بات ذہن نشین کر لیں جیسا کہ اسلاف میں سے بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جو قوم اللہ کے دین میں کوئی ایک بدعت ایجاد کر لیتی ہے تو اس کے مقابلے میں وہ ایک سنت یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور عمل ضائع کر دیتی ہے۔

لیکن جب انسان میں اس بات کا شعور پیدا ہو، کہ وہ شریعت کے احکام واوامر کا تابعدار ہے نہ کہ شریعت بنانے والا، یا اس کے احکام واوامر کو صادر کرنے والا، تو اس شعور کی وجہ سے اسے خشیت الٰہی، خشوع وخضوع، انکساری، تذلل اور رب العالمین کی غلامی بدرجہ کمال اور امام المتقین، سید المرسلین ورسول رب العالمین ﷺ کی اتباع وفرمانبرداری بدرجہ تمام حاصل ہوتی

Www.IslamicBooks.Website

ہے۔

اور میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کو (خیر خواہی کے طور پر) یہ نصیحت کرتا ہوں جو بعض بدعات کو استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، چاہے وہ بدعات اللہ تعالی کی ذات کریم، یا اس کے اسماء وصفات سے متعلق ہوں، یا ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس یا آپ کی شان وعظمت سے ہو، کہ وہ اللہ کا تقوی اختیار کریں، اور ان بدعات سے باز آجائیں، اور اپنے ہر امر کی بنیاد اتباع پر رکھیں نہ کہ ابتداع پر، اخلاص پر نہ شرک پر، اور سنت رسول پر نہ کہ نوایجاد بدعات پر، اور اس اساس پر جسے اللہ تعالی پسند فرماتا ہے نہ کہ جسے شیطان پسند کرتا ہے۔ اور پھر انہیں (آزما کر) دیکھیں کہ کیسے ان کے دلوں کو سلامتی، نئی زندگی، اطمینان، راحت اور عظیم روشنی حاصل ہوتی ہے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت کا داعی، اور اصلاح کرنے والے قائدین میں سے بنائے، ہمارے دلوں کو ایمان اور علم کے نور سے روشن کردے، اور جو کچھ علم ہمیں حاصل ہے اسے ہمارے لیے باعث وبال نہ بنائے، اور ہمیں اپنے مومن بندوں کی راہ پر چلائے، اور ہمیں اپنے پرہیز گار دوستوں اور کامیاب وکامران جماعت میں سے بنائے۔

وصلّى الله وسلّم على نبينا مُحمَّدٍ وعلى آله وصحبه أجمعين.

Www.IslamicBooks.Website

دوسرا رسالہ: "حكم الاحتفال بالمولد النبوي"

جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

از فتاوی الشیخ العلامہ
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔ رحمہ اللہ۔
سابق مفتی اعظم مملکت سعودی عرب
وسابق سربراہ سعودی کبار علماء کونسل

ترجمہ وتفہیم/ ابوشمس عبداللطیف الکشمیری
فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ طیبہ

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنِ اھْتَدٰی بِھُدَاہُ، أَمَّا بَعْدُ:

لوگوں کی ایک کثیر تعداد نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے یوم پیدائش کے حوالے سے مجالس ومحافل کے انعقاد، وہاں پر آپ ﷺ کے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے تعظیما کھڑا ہوجانے، اور درود وسلام بھیجنے کے ساتھ ساتھ ان دیگر اعمال کی شرعی حیثیت کے بارے میں بار بار سوال کرتی ہے جو اعمال جشن میلاد کی غرض سے آراستہ کی جانے والی محفلوں میں انجام دیے جاتے ہیں۔

جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یوم میلاد یا کسی اور کا بھی یوم پیدائش منانا اور اس حوالے سے محفلیں منعقد کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ میلاد منانا اور اس حوالے سے محفلیں منعقد کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ میلاد منانا دینِ اسلام میں ایک نو ایجاد بدعت ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زمان کے اعتبار سے اسلام کی اولین اور شرف ومقام کے اعتبار سے افضل ترین پہلی تین صدیوں میں میلاد کے نام پر کوئی دن اور جشن نہیں منایا گیا۔ نبی حبیب ﷺ نے خود اپنی حیات طیبہ میں اس قسم کی کوئی محفل منعقد فرمائی، نہ ہی آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے دور خلافت میں اس نام پر کسی مجلس کا انعقاد واہتمام کیا۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اس حوالے سے کوئی محفل سجائی، نہ ان کے بعد آنے والے اخلاص وعمل کے پیکر تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین نے اس نام پر کوئی مجلس رچائی۔ حالانکہ صحابہ عظام اور تابعین کرام بعد میں آنے والے لوگوں کے مقابلہ میں سنت رسول ﷺ کا زیادہ علم وفہم رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی ذات اقدس سے بدرجہ کمال

Www.IslamicBooks.Website

محبت کرنے والے، اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ پر بدرجہ تمام عمل کرنے والے لوگ تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث ثابت ہے، جس میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" (صحیح بخاری ومسلم بروایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: "جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی، جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تو وہ (نو ایجاد) چیز مردود (نا قابل قبول) ہے"۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (مسند امام احمد بروایت حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث میں آپ ﷺ صحابہ کرام ۔ رضی اللہ عنہم ۔ سے مخاطب ہو کر انہیں یہ حکم فرماتے ہیں کہ: "تم میری سنت، اور میرے بعد رشد وہدایت یافتہ خلفاء رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو، اور دانتوں سے پکڑے رکھو۔ اور خبر دار! دین میں نئی ایجادات سے بچو، کیونکہ دین میں ہر ایجاد بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ میں بدعات ایجاد کرنے پر شدید تنبیہ، اور ان پر عمل کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت اپنی کھلی اور واضح کتاب قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورۃ الحشر: ۷)

ترجمہ: "اور جو کچھ رسول تمہیں دے، اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روکے، اس سے رک جاؤ"۔

Www.IslamicBooks.Website

اور ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورة النور: ٦٣)

ترجمہ: ''پس ان لوگوں کو جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ زبردست آفت کی زد میں نہ آئیں، یا انہیں دردناک عذاب نہ گھیر لے''۔

اللہ تعالی کے اس فرمان پر بھی غور کریں، جس میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورة الأحزاب: ٢١)

ترجمہ: ''درحقیقت تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک عمدہ نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالی اور یوم آخرت کا امیدوار ہے، اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہے''۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورة التوبة: ١٠٠)

ترجمہ: اور وہ مہاجرین وانصار جنہوں نے ایمان قبول کرنے میں سبقت کی، اور وہ لوگ بھی جو راستبازی کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوا، اور وہ بھی اللہ تعالی سے راضی ہوئے۔ اللہ تعالی نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہے''۔

اللہ رب العزت کے اس فرمان پر بھی تدبر کریں، فرمان باری تعالی ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورة المائدة: ٣)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین (اسلام) کو مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی

Www.IslamicBooks.Website

نعمت تمام کردی، اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا''۔

قرآن کریم میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اسی موضوع کے بیان میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی ان واضح آیات کے باوجود بھی میلاد جیسی بدعات کو ایجاد کرنے کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت کے لیے اپنا دین مکمل نہیں فرمایا ہے، اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے امت تک وہ احکام پہنچائے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونا امت کے لیے ضروری تھا۔ یہاں تک کہ بعد میں آنے والے لوگ ظاہر ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالی کی شریعت میں ایسی ایسی بدعات ایجاد کر لیتے ہیں، جن کے اذن ومشروعیت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان بدعات کے موجدین اس زعم باطل میں بھی مبتلا ہیں کہ ان کی ایجاد کردہ یہ بدعات اور ان پر عمل ان کے لیے اللہ کی قربت کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے دین میں اس طرح کی چیزوں کا ایجاد کرنا، اور پھر ان پر عمل کر کے انہیں اللہ تعالی کے تقرب کے حصول کا ذریعہ سمجھنا انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالی پر عدم تکمیل دین اور اس کے رسول ﷺ پر عدم تبلیغ شریعت کا ایک الزام بھی ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اپنا دین مکمل فرمایا ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کردی ہے۔ اور نبی ﷺ نے بھی دین کی ہر بات کو وضاحت وبیان کے ساتھ امت تک پہنچا دیا، اور لوگوں کو ہر اس راہ کی راہنمائی فرمائی جو انہیں جنت تک لے جائے گی، اور ہر اس راہ پر چلنے سے منع فرمایا، جو انہیں جہنم کی طرف لے چلے گی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ'' (صحيح مسلم)

ترجمہ: ''اللہ تعالی نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، اس پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر اس چیز

Www.IslamicBooks.Website

کی راہنمائی فرمادے جس میں ان کی بھلائی سمجھتے تھے، اور ہر اس چیز سے انہیں ڈرادے جس میں ان کی بربادی سمجھتے تھے"۔

اور یہ بات معلوم اور معروف ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہی تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل، بلند و برتر اور سلسلہ نبوت کے آخری چراغ ہیں، اور وہ دین کی امانت اور خیر خواہی کے پیغام کو بدرجہ کمال امت تک پہنچانے میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور اگر میلاد کے نام پر جشن منانا اللہ تعالی کے محبوب اور پسندیدہ دین اسلام میں جائز ہوتا، تو آپ ﷺ نے امت کو اس بارے میں ضرور بتلایا ہوتا، اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی حیات طیبہ میں ہی یوم میلاد کی مناسبت سے محفلیں منعقد کر کے اس بارے میں اپنی امت کی عملا رہنمائی فرمائی ہوتی۔ یا کم از کم آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی نے آپ ﷺ کے یوم میلاد کے حوالے سے مجالس ومحافل کا انعقاد کر کے اس جشن کی طرح ڈالی ہوتی۔ لیکن اگر آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سعید میں اس قسم کا کوئی دن منایا گیا، اور نہ کوئی محفل سجائی گئی تو پھر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے، کہ میلادی جشن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ دین میں پیدا کردہ ان نو ایجاد بدعات میں سے ایک بدعت ہے جن سے آپ ﷺ امت کو بچنے اور دور رہنے کی ہر وقت تاکید فرماتے تھے، جیسا کہ ابتدا میں ذکر کی گئی دو احادیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہے۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث وارد ہیں، جن میں بدعات کی قباحت اور ان سے بچنے کا واضح بیان موجود ہے۔ مثال کے طور پر ایک اس حدیث کے وہ الفاظ جو آپ ﷺ خطبہ جمعہ میں بیان کرتے تھے۔: "أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (صحیح مسلم)

ترجمہ: "بے تحقیق بہترین کلام اللہ تعالی کی کتاب ہے۔ اور سب سے عمدہ طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ

Www.IslamicBooks.Website

ہے، اور سب سے بدترین کام وہ ہیں، جن کو دین میں ایجاد کیا جائے، اور دین میں ہر نو ایجاد چیز گمراہی ہے"۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ہیں جو بدعت کی تباہی وخرابی اور ایجاد بدعت کی مذمت کے مفہوم کو بیان کرتی ہیں۔

کتاب وسنت کی درج بالا اور ان کے علاوہ دیگر دلائل کی بناء پر علماء امت کی ایک جماعت نے میلادی بدعت منانے اور اس غرض سے محفلوں کے انعقاد کی صراحت کے ساتھ نکیر ومذمت کے ساتھ ساتھ اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ لیکن بعد میں آنے والے بعض لوگوں نے علماء امت کی اس واضح اور مدلل رائے کے برعکس میلاد منانے کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا، کہ میلاد کے نام پر منعقد کی جانے والی مجالس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو شریعت کی تعلیمات کے منافی ہو، مثلاً آپ کی شان اقدس میں غلو نہ کیا جائے، مرد وزن کا اختلاط نہ ہو، اور گانے بجانے کے آلات کا استعمال نہ ہو۔ اسی طرح ان اعمال کے علاوہ بھی کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو ان منکرات اور منہیات پر مشتمل ہو، جن کا انجام دینا از روئے شریعت ناجائز ہے۔ اس طرح سے میلاد کے قیام کے لیے جواز کا راستہ نکالنے والے متأخرین نے اسے بدعت حسنہ گردانا۔

ایک شرعی قاعدہ: "رُدَّ مَا تَنَازَعَ فِيهِ النَّاسُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ ﷺ"۔ "یہ شریعت کا بنیادی قاعدہ ہے کہ لوگ جب دین کے کسی مسئلہ میں آپسی تنازع (اختلاف) کا شکار ہو جائیں، تو اس مختلف فیہ مسئلہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اسکے رسول ﷺ کی سنت مطہرہ کی طرف لوٹایا جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورة

Www.IslamicBooks.Website

النساء، آیت: ۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ کی، اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر و اختیار ہوں، پھر اگر کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ طریقہ بہت اچھا اور انجام کے اعتبار سے بہترین ہے''۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾

(سورۃ الشوریٰ: ۱۰)

ترجمہ: ''اور جس معاملہ میں بھی تمہارا اختلاف ہو، تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے''۔

چنانچہ ہم نے ان قرآنی آیات سے مأخوذ اس شرعی قاعدے پر عمل کرتے ہوئے مسئلہ جشن میلاد کو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پر پیش کیا، تو ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کی بیان کی ہوئی شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے جن سے آپ ﷺ نے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا کہ اللہ رب العزت نے اس امت کے لیے اپنے دین کو مکمل فرمایا ہے۔

اور جب دین مکمل ہو چکا ہے اور جشن میلاد کا کوئی ثبوت آپ ﷺ کی بیان کردہ شریعت میں نہیں پایا جاتا ہے، تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، جس دین کی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے تکمیل فرمائی ہے۔

اور اسی طرح ہم نے اس مسئلہ کو نبی ﷺ کی سنت مطہرہ کی طرف بھی لوٹایا، تو ہم نے کہیں یہ نہیں پایا، کہ آپ ﷺ نے اس قسم کا کوئی جشن منعقد کر کے خود سے میلاد منایا ہو یا کسی کو منانے کا حکم دیا ہو۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ایسا کوئی ثبوت تک نہ ملا جس سے یہ پتہ چلے، کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قسم کی کوئی محفل سجائی ہو۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ میلاد

Www.IslamicBooks.Website

منانے کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ دین میں ایک نو ایجاد بدعت ہے، جس سے یہود ونصاریٰ کی عیدوں سے مشابہت اختیار کرنا لازم آتا ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے ہر اس شخص پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے جو تھوڑی بہت عقل اور معمولی بصیرت بھی رکھتا ہو، اور اس کو حق کی معرفت کا شوق اور تعصب سے بالاتر ہو کر انصاف سے اس کی تلاش مطلوب ہو کہ جشن میلاد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ایک بدعت ہے جن سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور کسی ایسے شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم سے نوازا ہو کو لوگوں کی اس کثرت کو دیکھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، جو دنیا کے مختلف حصوں میں میلاد کے نام پر جشن کا اہتمام کرتی ہے۔ کیونکہ تعداد کی قلت یا کثرت حق وباطل کے درمیان تفریق کا پیمانہ نہیں ہوا کرتیں، بلکہ حق شرعی دلائل سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہود ونصاریٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (سورة البقرة: ١١١)

ترجمہ: ''اور ان کا کہنا ہے کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا، الا جو (یہودیوں کے خیال کے مطابق) یہودی ہوگا، یا جو (نصاریٰ کے خیال کے مطابق) نصرانی ہوگا، یہ تو ان کی تمنائیں ہیں، آپ ان سے فرما دیجیے، کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو پھر اس کی دلیل پیش کرو''۔

ایک دوسری جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (سورة الأنعام: ١١٦)

ترجمہ: ''(اے نبی) اگر آپ دنیا میں رہنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے، تو وہ آپ کو

Www.IslamicBooks.Website

اللہ تعالی کی راہ سے بے راہ کر دیں گے''۔(۱)

یہ بات طے ہے کہ میلاد منانا بہر حال بدعت ہے، لیکن اس کے ساتھ اس حوالے سے منعقد کی جانے والی محفلیں بھی اکثر و بیشتر حرام کاموں اور فحش کاریوں سے خالی نہیں ہوتیں، مثلا مردوں اور عورتوں کا اختلاط، ڈھول پیٹنے اور گانے بجانے کے آلات کے علاوہ نشہ آور اشیاء کا استعمال وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ان سب برائیوں اور سیاہ کاریوں سے بڑھ کر گناہ ''شرک اکبر'' کا ارتکاب بھی بسا اوقات ان محفلوں میں ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ لوگ وہاں نبی ﷺ اور دیگر اولیاء کی شان میں غلو کرتے ہیں، بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ آپ ﷺ علم غیب رکھتے ہیں انہیں پکارتے ہیں اور ان سے فریاد رسی اور مدد طلب کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اور بھی بہت سے باطل اعتقادات کے نتیجے میں بہت سارے لوگ ان محفلوں میں کفریہ اعمال کر بیٹھتے ہیں، جو محفلیں وہ رسول اللہ ﷺ یا دوسرے ان لوگوں کے یوم پیدائش کے نام پر قائم کرتے ہیں جنہیں وہ اولیاء سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی ایک صحیح حدیث ہے جس میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: '' إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ'' (مسند أحمد، سنن النسائي وابن ماجه وحاكم بروايت حضرت عبد الله بن عباس رضي الله عنهما)

---

(۱) قرآن کریم کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ راہ حق پر چلنے والے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا مشاہدہ ہر زمانہ میں کیا گیا ہے۔ اس لیے کسی عمل یا رائے پر کثرت سے لوگوں کا عمل اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی جس میں صرف ایک ہی فرقہ جنت میں داخل ہوگا، اور وہ ناجی فرقہ وہ ہوگا جو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں گے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: ابو داود، باب: شرح السنۃ اور ترمذی، کتاب الایمان) جبکہ معروف صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: ''الْجَمَاعَةُ مَا وَافَقَ الْحَقَّ وَإِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ'' یعنی جماعت وہی ہے جو حق (دلیل) پر ہو خواہ تم تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ اس قول کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکوۃ کی تخریج و تحقیق میں ذکر کیا ہے۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''خبردار! دین میں غلو (حد سے تجاوز) سے بچو، کیونکہ دین میں غلو ہی سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ٹھہرا''۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''لَاتُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ''(صحیح بخاری، بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: ''تم لوگ میری شان میں غلو (حد سے زیادہ تعریفیں) کر کے مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ، جس طرح حضرت عیسی ابن مریم کے بارے میں نصاری نے غلو کیا، بلکہ میں تو اللہ تعالی کا بندہ ہوں، اس لیے تم لوگ (مجھے) اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہی کہو''۔

اور یہ ایک عجیب وغریب معاملہ ہے، کہ بہت سے لوگ ان بدعتی مجالس میں بڑے جذبے اور انتہائی گرمجوشی کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں، شریک محفل ہی نہیں، بلکہ وہ میلادی محافل کا دفاع بھی کرتے ہیں، لیکن وہی لوگ دوسری طرف ان فرائض میں پیچھے نظر آتے ہیں، جن میں اجتماعی شرکت اور قیام جماعت کو اللہ تعالی نے واجب قرار دیا ہے۔ بلکہ اس معاملے میں وہ اتنے لاپرواہ ہو چکے ہیں کہ کہ وہ اتنا بڑا گناہ کرنے کے باوجود بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ان سے کوئی گناہ ہی نہیں ہو رہا ہے۔ بلاشبہ اس تساہل اور لاپرواہی کی بنیادی وجوہات ایمان کی کمزوری، علم وبصیرت کی کمی اور ان دلوں کی وہ حالت زار ہے جو گناہوں اور سیاہ کاریوں سے زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو عافیت بخشے۔

ایک اور عجیب بات یہ بھی ہے، کہ میلادی مجالس میں شریک ہونے والے بعض لوگ یہ گمان بھی رکھتے ہیں کہ میلاد کے نام پر ان کی سجائی ہوئی ان محفلوں میں رسول اللہ ﷺ حاضر ہوتے ہیں اور اسی اعتقاد سے وہ تکریم وتعظیم کی غرض سے دوران مجلس آپ کا استقبال کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، حالانکہ آپ کی حاضری کا یہ اعتقاد انتہائی باطل سوچ پر مبنی ہے، جبکہ خیر

Www.IslamicBooks.Website

مقدم میں کھڑے ہونے کا یہ عمل بدترین جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ قیامت سے پہلے اپنی قبر مبارک سے نہیں نکلیں گے، نہ کسی سے ملاقات کریں گے، اور نہ ہی میلاد کی ان محفلوں میں حاضر ہوں گے، بلکہ وہ قیامت کے دن تک اپنی قبر مبارک میں رہیں گے، آپ ﷺ کی روح مبارک دار کرامت (جنت) میں رب العزت کے پاس اعلیٰ علیین کے مقام میں ہے۔

جیسا کہ سورۃ المومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ (آیت نمبر:۱۵،۱۶)

ترجمہ: ''پھر تم اس کے بعد یقیناً مرجانے والے ہو، پھر قیامت کے روز بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے''۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: '' أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ''

ترجمہ: ''قیامت کے روز سب سے پہلے میری قبر چاک ہو جائے گی، اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت کو قبول کرلیا جائے گا''۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث نبوی، اور اس مفہوم و معنی میں وارد دوسری آیات واحادیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے علاوہ تمام دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے، اور یہ مسئلہ تمام علماء امت کے درمیان متفقہ مسئلہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

لہذا ان صریح دلائل اور واضح حقائق کے مدنظر ہر ایک مسلمان کو اس طرح کے مسائل میں خبردار رہتے ہوئے، ان تمام بدعات وخرافات سے اجتناب کرنا چاہیے جنہیں جاہل لوگوں اور ان کے کارندوں نے خود سے ایجاد کرلیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مشروعیت پر کوئی دلیل نازل نہیں

Www.IslamicBooks.Website

فرمائی ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے، کیونکہ اس کی امداد وتوفیق کے بغیر نہ کسی گناہ سے بچا جاسکتا ہے، نہ ہی کوئی عمل صالح انجام دیا جاسکتا ہے۔ رہا مسئلہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا، تو یہ اعمال صالحہ میں سے ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا افضل ترین ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورة الأحزاب: ٥٦)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ (۱) اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجتے رہا کرو''۔

اور نبی ﷺ کا فرمان عالی ہے: ''مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا'' (صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابوداود، ترمذی وابن ماجہ بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے''۔

نبی حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجنا ایک ایسا مشروع اور صالح عمل ہے، جس کے لیے کسی خاص وقت کی قید یا تخصیص نہیں ہے، بلکہ جس وقت بھی آپ چاہیں اپنے نبی ﷺ پر درود بھیج سکتے ہیں۔ البتہ ہر نماز کے آخر میں درود پڑھنے کی تاکید وارد ہے، بلکہ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک ہر نماز کے آخری تشہد میں (التحیات..... کے بعد) درود پڑھنا واجب ہے۔ اور اس کے علاوہ بہت سے مواقع پر سنت مؤکدہ ہے۔ مثلاً اذان کے بعد، آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے (نام مبارک لیتے) وقت، اور اسی طرح یوم جمعہ اور شب جمعہ میں۔ درود پڑھنے کے ان مواقع

---

(۱) اللہ رب العزت کا آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں آپ ﷺ کی تعریف وثنا فرماتا ہے، اور آپ پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور آپ کے درجات کو رفعت وبلندی عطا فرماتا ہے۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

ومقامات کا ثبوت بہت سی احادیث مبارکہ میں ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اور ہمارے ساتھ تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق سے نوازے، اور ہر ایک مسلمان کو نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے اور بدعات سے اجتناب کرنے کی سعادت سے نوازے، بے شک وہی سخاوت سے عطا کرنے والا کرم نواز ہے۔

وصلّى الله وسلّم على نبيّنا محمّد، وآله وصحبه.

Www.IslamicBooks.Website

تیسرا رسالہ: حکم الاحتفال بالإسراء والمعراج

جشن اسراء ومعراج کی شرعی حیثیت

از فتاوی الشیخ العلامہ

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔ رحمہ اللہ۔

سابق مفتی اعظم مملکت سعودی عرب

وسابق سربراہ سعودی کبار علماء کونسل

ترجمہ وتفہیم/ ابوشمس عبداللطیف الکشمیری

فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ طیبہ

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

بلاشبہ واقعہ اسراء ومعراج (۱) اللہ رب العزت کی ان عظیم الشان اور جلیل القدر نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو نبی حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت، اور تعالی کے نزدیک آپ ﷺ کی عظمت اور علو مرتبت پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز اس واقعہ سے اللہ تعالی کی اس قدرت کا بھی ثبوت ملتا ہے جو ہر شیء پر غالب ہے، اور اللہ جل شانہ کی وہ شان ظاہر ہو جاتی ہے جو تمام مخلوقات پر فائق ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (سورۃ بنی إسرائیل، آیت: ۱)

ترجمہ: ''پاک ہے وہ (اللہ تعالی) جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا، جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ تاکہ ہم اسے کچھ نشانیاں دکھائیں، یقیناً اللہ تعالی ہی خوب سننے، دیکھنے والا ہے''۔

یہ بات احادیث طیبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بالکل تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ

---

(۱) لفظ ''اسراء'' سے نبی ﷺ کے سفر معراج کا وہ حصہ مراد ہے جو آپ ﷺ نے مسجد حرام ''مکہ مکرمہ'' سے مسجد اقصی ''بیت المقدس'' تک طے فرمایا، اور اس کا اجمالی تذکرہ ''سورۃ بنی اسرائیل'' کی پہلی آیت میں صریح الفاظ کے ساتھ ہوا ہے۔ اور لفظ ''معراج'' سے اس عظیم سفر کا وہ حصہ مراد ہے، جو آپ ﷺ نے مسجد اقصی سے عالم بالا کی طرف جا کر طے فرمایا۔ اور اس کا مجمل تذکرہ سورۃ النجم میں بیان ہوا ہے، جبکہ دوسری تفصیلات صحیح احادیث طیبہ میں بیان ہوئی ہیں۔ سفر اسراء ومعراج آپ ﷺ نے رات کے ایک مختصر حصے میں روح وجسد کے ساتھ فرمایا۔ اس سفر کی تفصیلی معلومات کتب احادیث کی مستند احادیث میں مستند روایات کے ساتھ محفوظ وموجود ہیں۔ (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، آسمانوں کے دروازے آپ کی خاطر کھول دیے گئے، اور جب آپ ﷺ ساتویں آسمان سے آگے تشریف لے چلے تو اللہ رب العزت آپ سے ہم کلام ہوئے، اور اپنے ارادہ کے مطابق آپ ﷺ سے گفتگو فرمائی۔ اور پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں۔

ابتداء میں اللہ تعالی نے (شب وروز میں) پچاس نمازیں فرض کیں، لیکن ہمارے شفیق نبی محمد کریم ﷺ بار بار اللہ تعالی کی بارگاہ کریمی میں حاضر ہوتے رہے، اور پچاس نمازوں میں تخفیف (کمی) کا سوال دہراتے رہے۔ اور لوٹ لوٹ کر بارگاہ باری تعالیٰ میں حاضری کا یہ سلسلہ تب تک جاری رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس کے عدد میں تخفیف فرما کر صرف پانچ نمازیں فرض قرار دیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے ادائیگی اور فرضیت کے اعتبار سے ان نمازوں کو صرف پانچ مقرر کر دیا، اور اجر وثواب کے اعتبار سے پچاس نمازوں کے برابر رکھا۔ کیونکہ ہر نیکی کا صلہ دس گنا بڑھایا جاتا ہے..... لہذا اللہ تعالیٰ ہی ہر نعمت اور ہر عطاء پر شکر کا مستحق اور تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔

اور جس رات کو اسراء ومعراج کا یہ عظیم واقعہ پیش آیا، اسکی تعیین وتحدید کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ (۱) بلکہ اس بارے میں جو روایات بھی وارد ہوئی ہیں، وہ محدثین ومحققین کے نزدیک

---

(۱) البتہ مؤرخین اور اہل سیر نے اس بارے میں جو اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ نبوت کے پہلے سال پیش آیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ نبوت کے پانچ سال گزرنے کے بعد پیش آیا، جبکہ بعض نے اسے ۲۷ رجب سن ۱۰ نبوت کا واقعہ قرار دیا ہے..... بعض کہتے ہیں یہ واقعہ نبوت کے بارھویں سال ماہ رمضان میں پیش آیا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ یہ نبوت کے تیرھویں سال ماہ محرم میں، جبکہ بعض دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ نبوت کے تیرھویں سال ماہ ربیع الاول میں پیش آیا ہے۔ [مزید تفصیلات کے لئے حافظ ابن القیم کی معروف کتاب "زاد المعاد" کا مطالعہ کریں] لیکن عصر حاضر میں علم حدیث کے معروف عالم ومحقق اور عظیم وشہیر سیرت نگار شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ

Www.IslamicBooks.Website

سب کی سب نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے، اگر اس نے اس عظیم رات کی تعیین وتاریخ کو لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رکھنے کے بجائے بھلا ہی دیا، تو اس میں بھی اسکی کوئی بڑی حکمت ہی پوشیدہ ہوگی۔

لیکن اگر اس شب کی تاریخ کی تعیین ثابت بھی ہو جائے، تو بھی مسلمانوں کے لئے اس شب میں کسی مخصوص عبادت کا اہتمام کرنا یا اس حوالے سے کسی قسم کا جشن منانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رات کی یاد میں کسی جشن کا انعقاد نہیں فرمایا، اور نہ ہی کسی خاص عمل یا عبادت کا اہتمام فرمایا۔ اور اگر اس شب کے حوالے سے اظہار مسرت اور انعقاد جشن کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول یا اپنے فعل کے ذریعہ اس بارے میں اپنی امت کی مکمل رہنمائی فرمائی ہوتی۔

اور اگر رسول اللہ ﷺ نے اس حوالے سے امت کو کچھ (قولا) بتایا ہوتا، یا کسی قسم کا جشن منعقد کر کے عملا امت کو اسکی تعلیم دی ہوتی، تو پھر یہ بات بالکل معروف ہوتی، مشہور ہوتی اور اس کا چرچا بھی بڑا عام ہوتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس قول یا فعل کو نقل کر کے ہم تک پہنچایا ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ رہا ہے، کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ہر وہ چیز نقل فرمائی، جس کی امت کو ضرورت تھی، اور دین کے نشر وابلاغ میں انہوں نے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں برتی، بلکہ وہ خیر کے ہر کام میں سبقت لے جانے والے اور بھلائی کے ہر معاملے میں بڑھ چڑھ کر شریک ہونے والے لوگ تھے۔ چنانچہ اگر معراج کی رات کی یاد میں جشن منانے یا اس حوالے سے

=اول الذکر تین اقوال کو غیر معتبر بلکہ غیر صحیح قرار دیا ہے، جبکہ آخر الذکر تین اقوال کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "ان میں سے کسی ایک کو کسی پر ترجیح دینے کے لئے کوئی دلیل نہ مل سکی، البتہ سورۃ اسراء کے سیاق وسباق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے" [مزید ضاحت کے لئے دیکھیے الرحیق المختوم صفحہ نمبر: ۱۹۷] (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

محفلیں سجانے کے عمل کو کوئی شرعی حیثیت حاصل ہوتی، تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں بھی بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ حصہ لیتے، اور بڑے شدومد سے اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔

اور نبی ﷺ اس امت کے سب سے بڑے خیر خواہ تھے، آپ نے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام بدرجہ کمال، اور دین کی امانت کو ان تک بدرجہ تمام پہنچایا، اور اگر معراج کی رات کو دوسری راتوں پر کوئی فوقیت ہوتی، یا اس کی خصوصی تعظیم کرنا اور اس حوالے سے کوئی جشن منعقد کرنا اللہ تعالیٰ کے محبوب دین ''اسلام'' میں مشروع ہوتا، تو آپ ﷺ ہرگز اس سے غافل نہ رہتے، اور نہ ہی اسے چھپاتے، بلکہ امت کو اس کی تعلیم دیتے۔

لیکن جب نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں اس حوالے سے کسی قسم کا کوئی جشن منانا' یا اس بارے میں آپ ﷺ کی امت کے لئے کوئی رہنمائی فرمانا ثابت نہیں ہے، تو پھر یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ اس شب کی یاد میں اظہار مسرت، انعقاد جشن اور اظہار توقیر وتعظیم کو دین اسلام کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے..... اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے اپنے محبوب دین ''اسلام'' کو مکمل فرمایا ہے، اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے۔ اور ہر اس شخص پر نکیر کر دی ہے جو اس (اللہ تعالیٰ) کے اذن و رضا کے خلاف دین میں نئی بدعات و خرافات کو شامل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کھلی اور واضح کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت:۳)

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین (اسلام) کو مکمل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا''۔

ایک اور دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Www.IslamicBooks.Website

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت:۲۱)

ترجمہ: ''کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ تعالیٰ کے) شریک مقرر کر رکھے ہیں، جنہوں نے ان کے لیے دین کے ایسے احکام واعمال مقرر کر دیے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا ہے (یعنی جو اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں)۔ اور اگر فیصلے کے دن کا وعدہ طے نہیں ہو چکا ہوتا، تو (ابھی ہی) ان کا فیصلہ چکا دیا جاتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے ہی دردناک عذاب ہے''۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے بہت سی ایسی صحیح احادیث ثابت ہیں، جن میں بدعات سے بچنے کی تاکید فرما دی گئی ہے، اور اس بات کی بھی صراحت کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے کہ دین میں ہر طرح کی بدعات وایجادات گمراہی ہیں، تاکہ امت ان کی بھیانک خطرات سے بالکل آگاہ ہو جائے، اور ان کے ارتکاب سے اجتناب کرے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کی ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (اس حدیث کو امام بخاری ومسلم کے علاوہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے)

ترجمہ: ''جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ چیز مردود (ناقابل قبول) ہے''۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: (مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا حکم نہیں، تو وہ عمل مردود ہے''۔

Www.IslamicBooks.Website

اسی طرح صحیح مسلم میں ایک اور حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یوم جمعہ کو اپنے خطبہ میں (یہ الفاظ) فرمایا کرتے تھے: (أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)

ترجمہ: ''امابعد: یقیناً بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور سب سے عمدہ طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین کام وہ ہیں جن کو دین میں ایجاد کیا جائے۔ اور دین میں ہر نو ایجاد چیز گمراہی ہے''۔

اور کتب سنن (سنن ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ) میں صحابی رسول حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں انتہائی بلیغ اور مؤثر وعظ فرمایا، جس سے دل لرز گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! لگتا ہے یہ وعظ آپ کا الوداعی پیغام ہے۔ لہذا آپ ہمیں کچھ وصیت فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (اس حدیث کو اصحاب سنن کے علاوہ امام احمد اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے)

ترجمہ: ''میں تمہیں تقوی اختیار کرنے (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے)، اور حاکم وقت کی سمع واطاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ کوئی ایک غلام ہی تمہارا حکمران بن جائے، پس تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا، وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، تو (ایسے حالات میں) تمہارے لیے میری

Www.IslamicBooks.Website

سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو لازم پکڑنا ضروری ہے۔ اسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور دانتوں سے پکڑے رکھو۔ اور خبردار! دین میں نئی ایجادات سے بچو، کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کے علاوہ بھی اور بہت سی احادیث موجود و مروی ہیں۔ جن میں بدعت کی قباحت وشناعت کا ذکر موجود ہے اور اس سے اجتناب کر کے سنت رسول ﷺ کو اختیار کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے سلف صالحین رحمہم اللہ جمیعا سے بڑی صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے، کہ وہ بھی لوگوں کو بدعت کے برے انجام سے ڈراتے، اور انہیں اس آفت سے بچنے کی تاکید فرماتے رہتے ..... اور وہ اسی لئے، کیونکہ بدعت کی ایجاد (لوگوں کی طرف سے) اللہ تعالیٰ کے دین میں ایک زیادتی اور شریعت میں ایک ایسا اضافہ ہوتا ہے، جس کے اذن ومشروعیت پر اللہ تعالیٰ کی کوئی دلیل وارد نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعات کی ایجاد اللہ تعالیٰ کے دشمن "یہود ونصاریٰ" سے مشابہت اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ کا ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے نت نئے اضافے کرتے، اور ایسی ایسی بدعات ایجاد واختیار کر لیتے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل موجود نہ ہوتی ..... اسی طرح بدعات کو ایجاد واختیار کرنے کا یہ بھی مطلب نکلتا ہے، کہ گویا دین اسلام۔ نعوذ باللہ۔ ناقص ہے، اور ابھی تک مکمل نہیں ہوا ..... جبکہ یہ بات بالکل واضح اور معروف ہے، کہ دین اسلام کو غیر مکمل سمجھنے کی سوچ۔ عقیدے کی ..... بڑی تباہ کن خرابی اور شریعت کی انتہائی بدترین اور فاش قسم کی خلاف ورزی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ایسا خیال ہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے منافی ہے جس میں اس نے تکمیل دین کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ

Www.IslamicBooks.Website

دِینَکُمْ﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت:۳)

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین (اسلام) کو مکمل کر دیا''۔

اسی طرح دین میں نئی نئی بدعات کو ایجاد و اختیار کرنے سے ان احادیث طیبہ کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے، جن احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے بدعات کے برے انجام سے امت کو ڈرایا ہے، ان سے اجتناب کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

مجھے امید ہے کہ جشن اسراء ومعراج کی بدعیت اور اس کی نکیر و تردید سے متعلق جو دلائل ہم نے اوپر ذکر کیے، وہ ہر اس شخص کے لئے کافی ثابت ہوں گے جو سچائی کا متلاشی ہے۔ اور ہر اس شخص کو مطمئن کریں گے، جو حق کا طلبگار ہے۔ اور وہ یقین کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہوئے یہ بات تسلیم کرے گا کہ اسراء ومعراج کی یاد میں جشن منانا بدعت ہے، اور اسکا اسلام کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کو واجب قرار دیا ہے، دین کی دعوت اور شریعت کے احکام و مسائل کو ان تک پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے، اور علم کے چھپانے کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بدعت سے متنبہ اور خبردار کر دوں، کیونکہ یہ بدعت دنیا کے بہت سے ممالک میں پھیل چکی ہے۔ اور بعض لوگ تو اس میں اس طرح مبتلا ہو چکے ہیں کہ وہ اسے دین کا حصہ سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمادے۔ اور انہیں دین کی سمجھ عطا کر دے۔ اور ہمیں حق کو مضبوطی سے اختیار کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کے ساتھ ساتھ باطل کو ترک کرنے کی توفیق سے نوازے۔ واللہ ولی ذلک والقادر علیہ، وصلی اللہ وسلم و بارک علی عبدہ و رسولہ نبینا محمد، وآلہ و صحبہ۔

Www.IslamicBooks.Website

چوتھا رسالہ: "حقيقة الشبهات التي يحتج بها لتقرير البدع والمحدثات"

تزیین بدعات کے لیے شبہات کا سہارا

اعداد و ترتیب
ابو شمس عبد اللطیف الکشمیری
داعیہ/ اسلامک دعوہ سنٹر (مکتب جالیات) حی السلام
ریاض سعودی عرب

Www.IslamicBooks.Website

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْمَبْعُوثِ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنِ اهْتَدَى بِهَدْيِهِمْ وَاقْتَفَى أَثَرَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا مَزِيدًا، أَمَّا بَعْدُ:

نبی حبیب ﷺ جب حجۃ الوداع میں یوم عرفہ کو اپنا وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرماتے ہیں، جو اسلام میں ایک تاریخ وثیقہ کا مقام رکھتا ہے، تو جبریل امین۔ علیہ السلام۔ قرآن کریم کی یہ آیت لے کر نازل ہوتے ہیں: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورة المائدة، آیت: ۳)

ترجمہ: ''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین (اسلام) کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا''۔

یہ آیت کریمہ نازل ہوتی ہے، تو عمر بن الخطاب۔ رضی اللہ عنہ۔ رونے لگتے ہیں، نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: مَا يُبْكِيكَ؟ اے عمر! تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: '' أَبْكَانِي أَنَّا كُنَّا فِي زِيَادَةٍ مِنْ دِينِنَا، فَأَمَّا إِذْ أُكْمِلَ فَإِنَّهُ لَمْ يَكْمُلْ شَيْءٌ إِلَّا نَقَصَ'' یعنی رواس لیے رہا ہوں کیونکہ ہم اب تک اپنے دین کے تعلق سے زیادتی میں تھے، لیکن اب جب وہ مکمل ہو چکا ہے، اور جو چیز درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ پھر گھٹنے لگتی ہے'' فَقَالَ: صَدَقْتَ، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر، تم نے سچ کہا۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک روز ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آتی ہے اور کہتی ہے: '' إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ آيَةً لَوْ نَزَلَتْ فِينَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيدًا.....'' (صحيح البخاري/ كتاب التفسير)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''آپ لوگ (قرآن کریم کی) ایک ایسی آیت تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو یوم عید کے طور پر منایا کرتے، (جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی)

علامہ عبد الرحمٰن السعدی۔ رحمہ اللہ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بِتَمَامِ النَّصْرِ، وَتَكْمِيلِ الشَّرَائِعِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ، الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ، وَلِهَذَا كَانَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ كَافِيَيْنِ كُلَّ الْكِفَايَةِ، فِي أَحْكَامِ الدِّينِ أُصُولِهِ وَفُرُوعِهِ"

(تفسير تيسير الكريم الرحمن)

یعنی: ''آج کے دن ہمارے لیے دین اسلام کو مکمل کر دیا: اپنی نصرت کا اتمام کر کے، اور ظاہری و باطنی طور پر اصول و فروع میں شریعت کو مقام کمال تک پہنچایا، اسی لیے کتاب وسنت ہی دینی احکام یعنی دینی اصول و فروع میں کافی ہیں''۔

برصغیر کے عظیم عالم اور شارح صحیح بخاری مولانا محمد داود راز۔ رحمہ اللہ۔ فرماتے ہیں: ''سورۃ المائدۃ کی اس آیت نے جو یوم عرفہ کو نازل ہوئی۔ دین کامل کی جو تصویر پیش کی ہے، اور جس وقت کی ہے اس وقت مسلمانوں میں فرقہ بندی نہیں تھی، نہ یہ تقلیدی مذاہب تھے، نہ چار مصلوں اور چار اماموں پر امت کی تقسیم ہوئی تھی، یہ دین مکمل تھا، مگر بعد میں تقلید جامد کی بیماری نے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دین کامل کو مسخ کر کے رکھ دیا، اور آج جو حال، وہ ظاہر ہے کہ اماموں اور مجتہدوں کے ناموں پر امت کی تقسیم کس خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے، ضرورت ہے کہ بیدار مغز مسلمان کھڑے ہوں، اور تقلیدی دیواروں کو توڑ کر امت کی شیرازہ بندی کریں، فلاح دارین کا صرف یہی ایک راستہ ہے'' (صحیح بخاری/کتاب التفسیر/تفسیر المائدۃ)

کتاب وسنت کی یہ نصوص اور علماء امت کے یہ نقول اس لیے ذکر کیے، تاکہ قارئین اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک کر سکیں، کہ آج امت کے ضعف وانحطاط اور تخلف کے بنیادی

Www.IslamicBooks.Website

اسباب کیا ہیں، جس دور میں ہمیں وسائل اور افراد کی کمی کا سامنا تھا، وہی دور ہماری تاریخ کا روشن ترین دور گزرا ہے، حیات خلفاء کا مطالعہ کریں، تو پتہ چلے گا کہ ان کے پاس سب سے بڑی قوت ''اجتماعیت'' کی قوت تھی، اور اس قوت کی اساس کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر قائم تھی، وہ شخص پرستی، فرقہ پرستی، لسانی اور قبائلی تعصب کو دفن کر چکے تھے، کیوں نہ آج ہم بھی اس شاہراہ عظمت وعزت پر چلیں، تاکہ ہمارا یہ نوحہ کناں حال ایک روشن اور حسین مستقبل میں بدل جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ النحل: ۹۷)

ترجمہ: ''جو شخص نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت، اور وہ مؤمن ہے تو ہم انہیں ضرور نہایت ہی پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے، اور انہیں ضرور (آخرت میں) بدلہ دیں گے، اس سے بھی بہتر جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے''۔

کوئی عمل تب تک ''نیک عمل'' نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں موجود ﷺ نہ ہو، اور پھر اسے اسی طریقہ پر انجام نہ دیا جائے جو اس عمل کے لیے آپ ﷺ نے منتخب فرمایا ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور یہ عظمت انہیں اسلیے ملی ہے کیونکہ وہ انبیاء کے پیغام کو امت تک پہنچاتے ہیں، اس لیے عقائد ہوں یا احکام، فضائل ہوں یا مسائل، ہر چیز میں علماء دلیل کے تابع ہیں، اور ان سے دلیل طلب کرنا ان کی تنقیص نہیں، بلکہ ان کی اس عظمت کا عملی اعتراف ہے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ اور اگر ان کے پاس دلیل نہیں، تو حق کی طرف رجوع کرنا ہی انکی عظمت کی نشانی ہے۔ مسلکی تعصب اور جامد تقلید اس مقام وعظمت کے منافی ہے، کیونکہ دلیل کو چھوڑ کر آراء، افکار اور فردی اجتہادات کی تبلیغ وترویج وارثین انبیاء کا کام نہیں۔ ایک روز حضرت

Www.IslamicBooks.Website

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں، وہاں پہنچ کر ملنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ مشغول تھے، اس لیے ابوموسی رضی اللہ عنہ جلدی سے واپس چلے گئے، کچھ دیر کے بعد عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: " أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ ".

"کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابوموسی اشعری) کی آواز ابھی نہیں سنی، انہیں بلاؤ" چنانچہ انہیں بلایا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت نہ ملنے پر جلدی سے واپس چلے جانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: " إِنَّا كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا " کہ ہمیں (زمانہ نبوت میں) اجازت نہ ملنے پر واپس جانے کا) حکم دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب سن کر فرمایا: اے ابوموسی! اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ، حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ انصار رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں گئے، تاکہ کسی صحابی کو گواہ کے طور پر پیش کر سکیں، جس نے یہ حدیث آپ ﷺ سے سنی ہو۔

ابوموسی رضی اللہ عنہ نے اپنا مسئلہ انصار کے سامنے رکھا، تو انہوں نے کہا: " لَا يَشْهَدُ إِلَّا أَصَاغِرُنَا " (کوئی بات نہیں) اس بات کی گواہی تو ہم میں سے عمر کے لحاظ سے سب سے چھوٹا دے سکتا ہے۔

فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَقَالَ: " قَدْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِهَذَا " تو ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس بات کی گواہی پیش کرتے ہیں کہ واقعتاً ہمیں دربار نبوی میں یہی حکم دیا جاتا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ حدیث رسول ﷺ سنتے ہیں، اور فرماتے ہیں: " خَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ، أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ ".

Www.IslamicBooks.Website

''ہاں یہ حکم نبی ﷺ مجھ پر مخفی تھا، مجھے تو بازاروں میں خرید وفروخت نے غافل کر رکھا تھا''
(تفصیل کے لیے دیکھیں، صحیح البخاري/کتاب الاعتصام)

یہ ہے وارثان نبی اعظم ﷺ کی شان وعظمت، وہ مسئلہ کی دلیل ضرور طلب کرتے، لیکن دلیل دیکھ کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے، اپنی عدم معرفت اور لاعلمی کا برملا اظہار کرتے، اور سنت رسول پر عمل پیرا ہو جاتے۔

کیا ہمیں آج صحابہ کرام کے اس منہج پر چلنے کی ضرورت نہیں، کیا ہمارے علماء کسی مسئلہ میں لاعلم نہیں ہو سکتے، یا کسی معاملہ میں غلطی نہیں کر سکتے؟ کیا ہم پر یہ واجب نہیں بنتا، کہ ہم بھی اپنے اکابرین سے دلیل طلب کریں، اور شخصی تقلید اور مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر دلیل کے مطابق ہی ہر عمل انجام دیں۔

حکم کو تسلیم کرنا، اور پھر اس کو عمل میں لانا عین عبادت ہے، اور عبادت کا سزاوار صرف اللہ تعالی ہے، وہی حاکم کل ہے، اس لیے دلیل کے برعکس آراء واجتہادات پر عمل غیر اللہ کی عبادت کے مترادف ہے۔

جود وسخاوت میں مشہور زمانہ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو چکے تھے، نبی ﷺ کی طرف سے پیغام حق مل جاتا ہے تو فوراً شام بھاگ جاتے ہیں، قبیلہ طے کے یہ سردار بعد میں اپنی بہن کے اصرار پر قبول اسلام کے لیے مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہیں۔ گردن میں چاندی کا صلیب لٹکا ہوا ہے، نبی اکرم ﷺ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے ہیں: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (سورة التوبة، آیت: ۳۱)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے مولویوں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے، اور مریم علیہا السلام کے بیٹے مسیح علیہ السلام کو، حالانکہ انہیں صرف اور صرف ایک معبود برحق کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس کے سوا تو کوئی اور معبود نہیں، اور وہ پاک ہے ان کے ان مشرکانہ اعمال سے''۔

عدی بن حاتم آیت کریمہ سنتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں: (اے محمد) انہوں نے کبھی اپنے مولویوں اور درویشوں کی عبادت نہیں کی، تو نبی ﷺ نے فرمایا: '' بَلَى إِنَّهُمْ حَرَّمُوا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ ، وَأَحَلُّوا لَهُمُ الْحَرَامَ، فَاتَّبَعُوهُمْ فَذَلِكَ عِبَادَتُهُمْ إِيَّاهُمْ''.

''عدی! کیوں نہیں، کیا ایسا نہیں ہے، کہ ان کے مولوی اور درویش حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے تھے، اور وہ (لوگ) ان کی پیروی کرتے تھے، یہی تو ان کی عبادت کرنا ہے''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عدی کو دعوت اسلام دی، اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور فوراً کلمہ توحید پڑھ کر داخل اسلام ہوئے۔ (تفسیر ابن کثیر/تفسیر سورۃ التوبۃ/آیت:۳۱)

کیا یہ واقعہ ہمیں مسلکی تعصب اور تقلید جامد کو چھوڑنے کی دعوت نہیں دیتا؟ کیا کتاب وسنت ہمارے لیے کافی نہیں؟

''اللَّهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ''

''یا الٰہی! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرما''۔ آمین

Www.IslamicBooks.Website

دعوت فکر وتدبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْهَادِي إِلَى سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّ الْهُدَى وَإِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ سَارَ عَلَى نَهْجِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، أَمَّا بَعْدُ:

جب کسی ذی شعور شخص کو کسی امر پر تدبر وتفکر کی دعوت دی جاتی ہے، اور اس سے اس امر کے بارے میں اظہار رائے کے لیے کہا جاتا ہے، تو گویا کہ ہم اس کی عقل سے مخاطب ہوتے ہیں، اور اس شخص کے انتخاب کی وجہ یہ ہوتی ہے تاکہ غیر منضبط حماس اور بے دلیل جذبات کو نظر انداز کیا جائے، اور عقل ہی چونکہ انسان کے وجود میں فکر وتدبر کا اصل مصدر ہے، اسلیے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر عقل سے خطاب کرتے ہوئے احقاق حق، ابطال باطل، خیر وشر میں تفریق اور حقائق کے استنباط پر زور دیا ہے۔ حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی حقانیت کے ادراک اور آپ ﷺ پر ایمان کے بارے میں بھی سوچنے کا مطالبہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ (سورۃ سبأ، آیت: ۴۶)

ترجمہ: ''(اے نبی) کہہ دیجیے! کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں، کہ تم اللہ کے واسطے دو دو مل کر اور تنہا تنہا سوچو تو سہی، تمہارے اس صاحب کو (جسے تم اچھی طرح جانتے ہو) کوئی جنون نہیں، وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب کی آمد سے قبل ڈرانے والا ہے''۔

معروف عالم دین اور مفسر قرآن مولانا صلاح الدین یوسف۔ حفظہ اللہ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی میں تمہیں موجودہ طرز عمل سے ڈراتا اور ایک ہی

Www.IslamicBooks.Website

بات کی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تم ضد اور انانیت چھوڑ کر صرف اللہ کے لیے ایک ایک دو دو ہو کر میری بابت سوچو کہ میری زندگی تمہارے اندر گزری ہے اور اب بھی جو دعوت میں تمہیں دے رہا ہوں کیا اس میں کوئی ایسی بات ہے کہ جس سے اس بات کی نشاندہی ہو کہ میرے اندر دیوانگی ہے؟ تم اگر عصبیت اور خواہش پرستی سے بالا ہو کر سوچو گے تو یقیناً تم سمجھ جاؤ گے کہ تمہارے رفیق کے اندر کوئی دیوانگی نہیں ہے''۔ (تفسیر احسن البیان)

مشرکین نے آپ ﷺ کی شان وعظمت کے منافی طعن وتشنیع، استہزاء وتمسخر اور افتراء پردازی کی جو پالیسی اپنائی تھی، وہ کسی صحیح غور وفکر یا حقائق پر تدبر کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ اس کی کئی وجوہات تھیں، اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے آباء واجداد کی وراثت میں ملی روایات پر کسی تدبر اور کسی قابل حجت دلیل کا اعتراف کیے بغیر عمل پیرا رہنا چاہتے تھے، چاہے وہ روایات عقل وفطرت کی مخالف ہی کیوں نہ ہوں، اللہ رب العزت کی یہ آیت اس کی گواہ ہے: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۱۷۰)

ترجمہ: ''اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ (کتاب میں احکام واوامر) کی پیروی کرو، تو کہہ دیتے ہیں، ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے، جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا، گو اگر ان کے باپ دادا بے عقل اور بے ہدایت ہی کیوں نہ ہوں''۔

صاحب احسن البیان اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''آج بھی اہل بدعت کو سمجھایا جائے کہ ان بدعات کی دین میں کوئی اصل نہیں، تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ رسمیں تو ہمارے آباء واجداد سے چلی آرہی ہیں، حالانکہ آباء واجداد بھی دینی بصیرت سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم رہ سکتے ہیں، اس لیے دلائل شریعت کے مقابلے میں آباء پرستی یا اپنے ائمہ

Www.IslamicBooks.Website

وعلماء کی پیروی غلط ہے،،۔

ہم چونکہ پیش نظر رسالہ: ''تزیین بدعات کے لیے شبہات کا سہارا'' میں دین میں نو ایجاد بدعات کے بارے میں بلکہ ان کی شرعی حیثیت قائم کرنے کے بارے میں پیش کی جانے والے دلائل کا شرعی جائزہ لینا چاہتے ہیں، اسلیے ابتداء میں عقل کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھا، علم کی طرف اپنی نسبت کرنے والے لوگ حق اور ناحق کو اچھی طرح جانتے ہیں، وہ بدعت اور سنت میں تفریق کرنا بھی جانتے ہیں، لیکن بدعات سے ان کی اظہار وابستگی کی وجہ مسلکی تعصب، شخصی تقلید، خواہشات نفس کی پیروی اور کبھی مادی مصلحتیں ہوتی ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں راہ حق اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ اس لیے پیش نظر رسالہ میں ہم ان عام لوگوں سے مخاطب ہیں، جنہیں غلط راہنمائی حاصل ہے، اور بعض ناقدر لوگوں نے ان کی دینی حمیت اور جذبات کا استحصال کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ بدعات کو سنت اور خرافات کی ترویج واشاعت کو خدمت دین سمجھتے ہیں، اس لیے ہم اس رسالہ میں طرفین کے دلائل کو پیش کرتے ہیں، اور قارئین کو دعوت فکر دیتے ہوئے حق اختیار کرنے کی استدعا کرتے ہیں اور غیر منضبط حماس اور بے دلیل جذبات اور تعصب سے بالاتر ہو کر حق کی نشر وتبلیغ میں اپنا صحیح کردار ادا کرنے کی پر خلوص دعوت دیتے ہیں۔

البتہ یہاں پر اس امر کا سمجھنا ضروری ہے، کہ عقل کو درجہ حاکمیت حاصل نہیں ہے، بلکہ اس وصف سے صرف اور صرف اللہ تعالی کی ذات اقدس ہی متصف ہے، تحلیل وتحریم کا مالک وہی ہے، اور نبی اکرم ﷺ بھی جب کوئی کام کرنے کا حکم یا کسی چیز سے ممانعت فرماتے تو اللہ کے حکم سے ہی فرماتے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے قاصد اور پیغامبر تھے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ﴾ (سورۃ

Www.IslamicBooks.Website

النحل، آیت:۴۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے یہ ذکر آپ کی طرف اتارا ہے، تاکہ آپ لوگوں کو وہ سب وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں، جو ان کی جانب نازل کیا گیا ہے، شاید کہ وہ غور وفکر کریں''۔

احکام وفرامین کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اور ان کی توضیح وتشریح نبی ﷺ کا وظیفہء نبوت ہے، اور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ خیر وشر کے درمیان تمیز کے لیے غور وتدبر کریں، اور پھر خیر کو اختیار اور شر سے اجتناب کریں۔

عقل اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عظیم نعمت ہے، اور انسان کو اس کے ذریعہ کائنات ومافیہا پر تدبر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، بلکہ انسان سے قرآن کریم کی آیات بینات پر غور وتدبر کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، ارشاد حق تعالیٰ ہے: ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۸۲)

ترجمہ: ''پس کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا، تو یقیناً اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

لیکن انسانی عقول اور ان کے قوت ادراک میں تفاوت ایک مسلّم بات ہے، اور یہ تفاوت حقائق کے ادراک میں وجہات نظر کے اختلاف کا متقاضی ہے، عقل مخلوق ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے، وہ اس کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے وظیفہء تفکر کی آخری حد ''وحی'' مقرر فرمائی، کیونکہ علم ومعارف کا مصدر حقیقی ''وحی'' ہے۔ اور جب ہم لفظ وحی استعمال کرتے ہیں، تو بلاشبہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اخری کتاب ''قرآن کریم'' اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (سورۃ النجم، آیت: ۳، ۴)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''اور وہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، وہ تو صرف وحی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے''۔

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' أَلَا وَإِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ '' (مسند احمد : ۱۳۰/۴)

ترجمہ: ''اور بیشک مجھے قرآن دیا گیا، اور اس کے ساتھ اس کی مثل (یعنی حدیث) عطا کیا گیا''۔

اور دین کے انہی دو حتمی مصادر پر وجوبی عمل کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے اسطرح فرمایا ہے: ﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (سورة الأحزاب، آیت: ۳۶)

ترجمہ: ''اور کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی گمراہی میں پڑے گا''۔

بدعت کی تعریف اور اقسام

عربی لغت میں لفظ بدعت کی اصل: ''ب، د، ع'' ہے، اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو ایسے طریقے پر ایجاد کرنا، کہ اس سے قبل اس کی مثال موجود نہ ہو۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ (سورة البقرة، آیت: ۱۱۷) یعنی اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا (کسی سابقہ مثال یا نمونہ کے بغیر) پیدا کرنے والا ہے۔

اور اسی معنی کی بناء پر بدعت کی دو اقسام ہیں۔

<u>اول:</u> ''عادات میں ایجاد'' یعنی انسانی جدوجہد یا علمی تحقیقات کے نتیجے میں جدید اشیاء

Www.IslamicBooks.Website

کی ایجاد، مثلاً: مواصلات اور اتصالات کے موجود آلات۔

دوم: ''دین میں ایجاد'' یعنی دین میں کوئی ایسا عمل ایجاد کرنا، جس کا شریعت میں ثبوت نہ ہو، یا کسی ثابت شدہ عمل کو انجام دینے میں کوئی ایسا سبب، جنس، مقدار، کیفیت، وقت یا جگہ کا اختیار کرنا جس کی شریعت میں کوئی دلیل موجود نہ ہو(۱)

اور بدعت کی یہی (دوسری) قسم شرعاً حرام اور باعث گمراہی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: '' وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''

ترجمہ: ''اور خبردار! دین میں نئی ایجادات سے بچو، کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے'' (دیکھیں: سنن ابوداود/ کتاب السنۃ)

وضاحت: یہ بات ذہن نشین کرلیں، کہ عاداتی بدعات کی اصل ''اباحت'' ہے، یعنی دنیائی ایجادات کا حکم جواز پر ہے۔ الا وہ ایجاد اس قاعدہ عامہ سے مستثنیٰ ہے، جس کی حرمت کسی شرعی دلیل سے ثابت ہو، مثلاً: موسیقی کے جدید آلات کا حکم حرام کا ہے، کیونکہ موسیقی کی حرمت شرعی دلائل سے ثابت ہے، اس لیے آلات قدیم ہوں یا جدید طرز کے، حکم ایک ہے۔ اسی طرح بہت سے آلات ایسے ہیں، جو حلال اور حرام دونوں کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، تو ایسے آلات کی ایجاد کا حکم بھی مباح کا ہی ہے، مثلاً: اگر کوئی آلہ ہے، اور اس سے شراب بھی تیار کی جاتی ہے اور جوس بھی، تو آلہ میں کوئی قباحت نہیں، البتہ حلت اور حرمت کا حکم استعمال کرنے کے مطابق ہوگا۔

رہی بات ''دین میں ایجادات'' کی، تو وہ ہر صورت میں حرام ہے، کیونکہ دین میں اصل توقیف ہے، اس لیے اللہ تعالی کے تقرب کے حصول کے لیے جو بھی عبادت کیجائے، اس کا

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں، پیش نظر کتاب کا پہلا رسالہ (ص ۳۵۔۳۸)۔

Www.IslamicBooks.Website

شرعی دلیل سے ثابت ہونا ضروری ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (سورۃ الحشر، آیت: ۷)

ترجمہ: ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے، اسے پکڑ لو، اور جس سے وہ تم کو منع کر دے، اس سے رک جاؤ''

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ". (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو ایسا عمل مردود ہے''۔

اجتہاد کی مشروعیت

ہمارا عقیدہ ہے کہ شرف عصمت صرف اور صرف صاحب نبوّت اور حامل رسالت (ﷺ) کو حاصل ہے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی امت تک کمالِ امامت کے ساتھ پہنچائی، اس بات کی گواہی حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہزاروں صحابہ۔ رضی اللہ عنہم۔ پر مشتمل اس عظیم اجتماع نے دی تھی، جس سے مخاطب ہو کر آپ ﷺ نے پوچھا تھا: ''اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، تو تم (جواباً) کیا کہو گے؟ تمام صحابہ۔ رضی اللہ عنہم۔ نے بیک آواز کہا: ہم اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، اور خیر خواہی کا حق ادا فرمایا۔ صحابہ کا یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ''۔

آپ ﷺ نے جو پیغام امت تک پہنچایا، وہ آج بھی ہمارے پاس کتاب وسنت کی صورت میں محفوظ ہے، اور یہی پیغام اسلام کا حقیقی مصدر ہے۔ اس لیے علماء امت کی آراء واجتہادات کی حتمی شرعیت اسی مصدر حقیقی کی طرف رجوع کرنے کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ امام مالک۔ رحمہ اللہ۔ حرم نبوی میں فریضۂ تدریس انجام دیتے وقت اکثر نبی ﷺ کی قبر مبارک کی

Www.IslamicBooks.Website

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے تھے: "كُلُّ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُرَدُّ إِلَّا صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ" یعنی ہر شخص کی بات کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے، اور رد بھی، الا اس صاحب قبر (ﷺ) کی بات" کیونکہ دین میں آپ ﷺ کی ہر بات اور ہر پیغام وحی کا حصہ ہیں۔ اور وحی اصل حجت ہے، اور اصل حجت محتاج دلیل نہیں ہوتی۔ کسی بھی امر جدید کے شرعی حکم اور دوسرے احکام ومسائل کے استنباط کے لیے اجتہاد کی ضرورت وافادیت مسلم ہے، اور اجتہاد کا دروازہ اصحاب اجتہاد کے لیے کھلا رہے گا، لیکن اجتہاد دلیل کا بدیل نہیں ہوسکتا، کیونکہ کتاب وسنت کے دلائل ہی اسلام کے اصل مصادر ہیں۔

اجتہاد میں خطأ کا امکان: اجتہاد کو عصمت حاصل نہیں، کیونکہ مجتہد دلائل کی روشنی میں مسائل کا استنباط تو کرتا ہے، لیکن وہ اس اجتہاد میں خطأ بھی کرسکتا ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِنِ اجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ". (صحيح البخاري/ كتاب الاعتصام)

ترجمہ: "اگر حاکم اپنے اجتہاد سے فیصلہ سنا دیتا ہے، اور وہ اس فیصلہ میں صحیح ہو، تو اس کو دہرا ثواب ہے، لیکن اگر کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور اس میں غلطی کر جائے تو اسے ایک ثواب ملتا ہے"۔

اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے کئی حقائق واضح ہوجاتے ہیں۔

(۱) اجتہاد مجتہد ہی کرسکتا ہے، جس شخص میں شروط اجتہاد مکمل نہیں، اسے اجتہاد کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیصلہ سنانا حاکم کا کام ہے، وکیل یا پٹواری کا نہیں، اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ مقلد مجتہد نہیں ہوتا ہے(۱)

---

(۱) مجتہد کے شروط کتب اصول میں معروف ہیں۔ مثلاً: مجتہد کا مسلمان اور مکلف ہونا، کتاب وسنت کی نصوص کی شرعی احکام پر دلالت کی معرفت، عربی زبان پر مکمل عبور، اصول فقہ کا علم، آیات واحادیث میں ناسخ ومنسوخ کی معرفت=

Www.IslamicBooks.Website

(۲) مجتہد اپنے اجتہاد میں غلط بھی ہوسکتا ہے، اگرچہ اسے اس غلطی پر گناہ کے بجائے ثواب ملتا ہے۔

(۳) جب مجتہد خطأ بھی کرسکتا ہے، تو اس پر واجب ہے کہ صحیح دلیل پاکر اپنے اجتہاد سے رجوع کرے، کیونکہ غلطی پر اصرار کرنے والا اجر کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

(۴) جب مجتہد معصوم نہیں تو پھر اجتہاد کو بھی عصمت حاصل نہیں۔

اختلافات کا حقیقی حل: جب یہ بات طے ہے کہ اجتہاد میں غلطی کا وقوع ممکن ہے، تو پھر متنازعہ فیہ اور مختلف فیہ مسائل کا حل کیا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بالکل واضح ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (سورۃ النساء: ۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی، اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان کی جو تم میں سے اصحاب اختیار (یعنی علماء و حکام) ہیں، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ تو نہایت ہی اچھا ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی انتہائی بہتر ہے''۔

آیت کریمہ میں جن مسائل واحکام کی وضاحت کی گئی ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) خطاب اہل ایمان سے ہے، کیونکہ وہی احکام کی پابندی اور اوامر پر عمل کرنے والے ہیں۔

(۲) فعل امر '' أطیعوا '' اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کے حکم پر استعمال کیا گیا، جبکہ

= سابقہ ان تمام اجتہادات کا علم جن پر اجماع امت ثابت ہے.....الخ

Www.IslamicBooks.Website

''اُولی الأمر'' میں اسے حذف کیا گیا، کیونکہ ان کی اطاعت امر اللہ اور امر رسول کے تابع ہے، اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(۳) کسی بھی امر میں اختلاف کی صورت میں صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹنے کا حکم دیا گیا، اس لیے یہاں پر لفظ ''اُولی الأمر'' کو بالکل سرے سے ہی حذف کر دیا گیا۔

(۴) قرآن وسنت پر ہی دین کی عمارت قائم ہے، اس لیے ان دونوں کو حجت تسلیم کیے بغیر دعوائے ایمان کسی صداقت کا حامل نہیں، نہ ہی اللہ تعالی کی ذات پر نہ یوم آخرت پر ایمان قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔

(۵) کتاب وسنت کی طرف رجوع ہی اچھا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے، اشخاص، فردی آراء اور شہروں کی طرف دعوت دینے سے مسائل حل نہیں ہو سکتے، بلکہ اس کا انجام ہمارے سامنے ہے، کہ مسلمان ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ گئے اور کوئی نجات کی راہ نظر نہیں آتی، ہر بیماری کا علاج ہے، اور ہر بیماری کی دوا مختلف ہے، غلط دوا استعمال کرنے سے بیماری بڑھ جاتی ہے، بلکہ ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

مسلکی تعصب اور شخصی تقلید

جب ہمارا ایمان ہے کہ دین کی اساس دلیل پر قائم ہے، تو پھر مسلکی تعصب یا شخصی تقلید کوئی معنی نہیں رکھتے، کتاب وسنت ہی پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے، اگر ان میں کسی قسم کا اختلاف پایا جاتا تو اصل مصادر کی طرف لوٹ جاتے، دلیل دیکھ کر اپنی ذاتی رائے سے رجوع کر لیتے۔ اور یہی منہج تابعین اور تبع التابعین کا رہا، ان کے بعد علماء امت بھی اسی راہ پر گامزن رہے، وہ بھی دلیل ہی کو حجت تسلیم کرتے، کبھی فردی اجتہاد کو اجماع امت نہیں سمجھتے، اور فرماتے تھے: ''إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي'' یعنی جب تمہیں میری رائے یا اجتہاد کے برعکس کوئی صحیح

Www.IslamicBooks.Website

حدیث مل جائے، تو اسی پر عمل پیرا ہو جاؤ، اور یہی میرا مسلک، مذہب ہے۔

قرون ثلاثہ جن کی فضیلت مسلم ہے، ان میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ افضل ترین ہے، کیونکہ یہ نزول وحی کا زمانہ ہے، صحابہ کی عظمت قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے اور بھی عیاں ہو جاتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی مدح سرائی فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (سورة البقرة، آیت: ۱۳۷)

ترجمہ: ''پس اگر وہ تم (صحابہ کرام) جیسا ایمان لائیں، تو ہدایت یافتہ قرار پائیں''

ایمان: عقیدہ عمل اور منہج کا نام ہے، اور صحابہ کرام کا تلاش حق اور تسلیم حق میں کیا منہج تھا؟ قرآن یا سنت کی دلیل سن کر وہ سر تسلیم خم کر لیتے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہی کامیابی کی راہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ، فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (سورة الأحزاب ، آیت: ۷۱)

ترجمہ: ''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرے گا، اس نے تو بہت بڑی کامیابی حاصل کی''

اور وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ حق سے ابتعاد و اعراض ہلاکت کا سبب ہے، فرمان رب العزت ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورة النور ، آیت: ۶۳)

ترجمہ: ''اور جو لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرتے رہنا چاہیے، کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے، یا انہیں دردناک عذاب نہ گھیر لے''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کے شیدائی تھے، بدعات سے انہیں بڑی نفرت تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: " اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ "(الطبراني في المعجم

Www.IslamicBooks.Website

الکبیر) یعنی اتباع کو لازم پکڑو، اور نئی ایجادات (بدعات) کو نہ نکالو، کیونکہ تمہیں (کتاب و سنت) دیکر خود کفیل بنا دیا گیا ہے''۔ اسلیے تقلید یا تعصب حق اور دلیل کا متبادل نہیں ہو سکتے، امت پر ائمہ اور علماء کا اکرام ایک فریضہ ہے، لیکن اس فریضہ کی آڑ میں تقلید یا تعصب کو شرعی بنیاد مہیا کرنا غیر شرعی اقدام ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور ان کا احترام درجہ وجوب رکھتا ہے، لیکن اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا کہ ان کے بارے میں وہ اعتقاد رکھا جائے، جس کی اساس کسی شرعی دلیل پر قائم نہ ہو۔

امت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرتی ہے، اور کرتی رہے گی، لیکن اس سے کبھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس دعوت کو بھی قبول کیا جائے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

إِنِّي حَيَاتِي شَافِعِيٌّ فَإِنْ مِتُّ

فَوَصِيَّتِي بَعْدِي أَنْ يَتَشَفَّعُوا

ترجمہ: ''میں پوری زندگی شافعی رہا، اور اگر میں مر جاؤں تو (مرنے کے وقت) میری وصیت یہی ہوگی کہ میرے بعد سب لوگ شافعی بن جائیں''

لوگ سلفاً و خلفاً امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور آپ کے صبر و عزم کے معترف بلکہ مداح ہیں، لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ غلو اور تعصب کی راہ اختیار کر کے اس نداء پر لبیک کہا جائے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ:

أَنَا حَنْبَلِيٌّ مَا حَيِيتُ وَإِنْ مِتُّ

فَوَصِيَّتِي لِلنَّاسِ أَنْ يَتَحَنْبَلُوا

ترجمہ: ''میں جب تک زندہ ہوں، حنبلی ہی رہوں گا، اور اگر مر گیا تو میری لوگوں سے وصیت ہے کہ وہ بھی حنبلی بن جائیں''۔

Www.IslamicBooks.Website

امت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان وعظمت کا فخراً اعتراف کرتی ہے، لیکن اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ ہم مسلک حنفیہ کے معروف شیخ ابوالحسن الکرخی کا وہ قول بھی قبول کریں، جس میں وہ اپنے ذاتی منہج ومسلک کو حنفیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "كُلُّ آيَةٍ تُخَالِفُ مَا عَلَيْهِ أَصْحَابُنَا فَهِيَ مُؤَوَّلَةٌ أَوْ مَنْسُوخَةٌ، وَكُلُّ حَدِيثٍ كَذَلِكَ فَهُوَ مُؤَوَّلٌ أَوْ مَنْسُوخٌ" یعنی قرآن کی جو آیت بھی اس مسلک کے مخالف ہو جس مسلک پر ہمارے اصحاب (علماء احناف) ہیں، تو وہ آیت محتاج تاویل ہے، یا پھر منسوخ ہے۔ اسی طرح کوئی حدیثِ رسول ﷺ بھی اگر ہمارے مسلک کے مخالف ہے تو وہ بھی قابل تاویل ہے، یا منسوخ ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب وسنت کی صریح نصوص کسی تقلیدی مسلک کے موافق نہ ہوں، تو پھر ان نصوص میں تاویل کر کے انہیں اس مسلک کے مطابق بنانا ضروری ہے، اور اگر اس سے بھی بات نہ بن پائے تو پھر ان نصوص کو منسوخ ہی قرار دیا جائے، تاکہ تعصب اور تقلید پر کسی قسم کی ضرب نہ آپائے (۱)۔

مذکورہ یہ اشعار واقوال حق سے واضح ابعاد ہے۔ لیکن ائمہ کرام بالخصوص ائمہ اربعہ۔ رحمہم اللہ جمیعًا۔ اس سے بری ہیں، بلکہ ان کے مسلک ومذہب کی اساس: "إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي" جیسے عظیم قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور اگر وہ یہ اشعار واقوال سن لیتے، تو وہ ہرگز اس مقیت فکر، عقیم منہج اور شنیع نظریہ کو قبول نہیں کرتے بلکہ وہ اس سے اپنی برأت کا اعلانیہ اظہار کرتے۔

مذکورہ ان اشعار۔ جو بظاہر ایک دوسرے کی فوٹو کاپی لگ رہے ہیں۔ میں مخصوص مسلکوں کو اختیار کرنے اور بعض ائمہ کو مقام عصمت عطا کرنے کی دعوت دی گئی اور اس باب الاجتہاد کو بھی

---

(۱) اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال واشعار کتابوں میں موجود ہیں جن میں مسلکی تعصب اور تقلید جامد اختیار کرنے کی دعوت کی گئی ہے۔ دیکھیں کتاب: "التعالم وأثره على الفكر والكتاب" للشيخ العلامة بكر عبد الله أبو زيد.

Www.IslamicBooks.Website

بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس کی افادیت واہمیت امت میں مسلّم ہے۔ رہی بات ابوالحسن الکرخی۔غفراللہ لہ۔ کے قول کی، تو اسکی شناعت واضح ہے۔ بلکہ یہ حق سے اعراض کے مترادف ہے۔نسأل الله العافية

ائمہ مجتہدین کے تئیں امت کا موقف

علماء امت کا احترام اور مجتہدین ملت کی عظمت کا اعتراف عین دین ہے، کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں، اور علم نبوت ان کو وراثت میں ملا ہے، لیکن حق کو پرکھنے کے لیے کتاب وسنت کی کسوٹی اصل ''میزان عدل'' کی حیثیت رکھتی ہے.....اس بات کا پہلے بھی تفصیلا ذکر ہو چکا ہے، کہ ائمہ کے لیے شروط اجتہاد کی تکمیل کے بعد اجتہاد کرنا شرعی حق ہے، اور یہ بات بھی ہم بیان کر چکے ہیں، کہ اجتہاد میں ''خطأ'' کا وقوع خارج از امکان نہیں۔ بلکہ مجتہد اپنے اجتہاد میں غلط بھی ثابت ہوسکتا ہے، لیکن وہ اس غیر متعمد غلطی کی وجہ سے آثم نہیں، بلکہ ثواب کا مستحق ہے۔ اور یہی موقف امت نے اختیار کیا ہے، امام ذہبی۔رحمہ اللہ۔ فرماتے ہیں: ''ثُمَّ إِنَّ الْكَبِيرَ مِنْ أَئِمَّةِ الْعِلْمِ إِذَا كَثُرَ صَوَابُهُ، وَعُلِمَ تَحَرِّيهِ لِلْحَقِّ، وَاتَّسَعَ عِلْمُهُ وَظَهَرَ ذَكَاؤُهُ، وَعُرِفَ صَلَاحُهُ، وَوَرَعُهُ وَاتِّبَاعُهُ يُغْفَرُ لَهُ زَلَلُهُ، وَلَا نُضِلُّهُ، وَنَطْرَحُهُ وَنَنْسَى مَحَاسِنَهُ، نَعَمْ! وَلَا نَقْتَدِي بِهِ فِي بِدْعَتِهِ وَخَطْئِهِ، وَنَرْجُو التَّوْبَةَ مِنْ ذَلِكَ'' (سير أعلام النبلاء/ ترجمة قتادة بن دعامة السدوسي . رحمه الله. ٥/ ٢٧١)

ترجمہ: ''.....اور پھر جو عالم امت کے کبار ائمہ میں ہو، اور (اجتہادات واستنباطات) میں وہ اکثر صحیح موقف کا حامل رہتا ہے، اور حق کو تلاش کرنے کی راہ میں وہ معروف ہے، اس کا علم وسیع اور ذہانت ظاہر ہے، اور وہ نیکی تقوی اور (منہج) اتباع میں بھی معروف ہے، تو اس کی غلطی قابل درگزر ہے، اور یہ بھی صحیح نہیں کہ ہم اس پر گمراہی کا فتوی لگائیں، اور اس سے لاتعلق ہو اس کی

Www.IslamicBooks.Website

خوبیوں کو طاق نسیان پر چھوڑ دیں۔ ہاں! یہ بات ضروری ہے کہ ہم اس کی بدعت یا اس کی غلطی میں اسکی اقتداء نہیں کریں گے، بلکہ اس سے توبہ کے امیدوار رہیں گے"۔

امام ذہبی۔ رحمہ اللہ۔ کے اس کلام سے بہت سے مسائل وشرائط واضح ہو جاتی ہیں،

(۱) ہر عالم کی غلطی قابل درگزر نہیں، کیونکہ جو عالم درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے، اسے اجتہاد کرنے کا حق حاصل نہیں۔

(۲) جانب صواب غالب ہونا چاہیے۔

(۳) حق کی تلاش میں عالمانہ جدوجہد لازمی ہے، اور جو شخص اپنے اوپر تقلید کو لازم قرار دیتا ہے، یا کسی خاص مکتب فکر کے اصول اپنائے ہوئے ہیں، تو اس کی جدوجہد کبھی عالمانہ نہیں ہو سکتی۔

(۴) علمی وسعت اور ذہانت بھی لازمی ہے، کیونکہ دلائل سے مسائل کا استنباط اور پھر مسئلہ میں حکم لگانا وسیع علم اور ذہانت کا متقاضی ہے۔

(۵) اور عالم نیکی اور تقوی میں بھی معروف ہو، کیونکہ حق کی معرفت کے لیے حسن نیت لازمی ہے، اور نیکی اور تقوی صلاح نیت کی ترجمان ہیں۔ اس کے برعکس تعصب صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مانع ہوتا ہے، کیونکہ متعصب شخص پہلے کسی مسئلہ میں اپنا پسندیدہ موقف اختیار کر لیتا ہے، اور پھر اس کی تقویت کے لیے دلیل تلاش کرتا ہے۔

(۶) مجتہد منہج اتباع پر قائم ہو، نہ کہ ابتداع پر، کیونکہ جو شخص اپنے آپ پر اتباع کو لازم نہیں قرار دیتا، اسکا اجتہاد قابل التفات نہیں، کیونکہ اس نے حق کی تلاش میں غلط راہ اختیار کی ہے۔

(۷) اگر مجتہد میں یہ سب اوصاف موجود ہیں، تب بھی وہ غلطی کر سکتا ہے، لیکن اس غلطی پر وہ مستحق ملامت نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی کے لیے اس اجتہادی غلطی کی وجہ سے اسے گمراہ قرار دینا جائز ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

(۸) اجتہادی غلطی کو صرفِ نظر کرنا چاہیے، اور مجتہد کی دیگر بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسے احترام سے یاد کرنا چاہیے۔

(۹) لیکن اس احترام کا یہ ہرگز مطلب نہیں، کہ اس کے غلط موقف کو اختیار کیا جائے، یا کسی بدعت کو سنت مانا جائے، بلکہ سنت پر عمل پیرا رہنا اور بدعت سے اجتناب کرنا ہر مسلمان پر لازمی ہے، کیونکہ دین اتباع کا نام ہے تقلید کا نہیں۔

تقریر بدعات کے دلائل اور ان کے اقسام

عامۃ المسلمین جو بدعات کو دین سمجھ کر اختیار کیے ہوئے ہیں، اور پھر ان کی ترویج واشاعت میں بڑی دل چسپی اور گرمجوشی کا اظہار بھی کرتے ہیں، وہ دراصل خود دین پڑھے ہوئے نہیں ہوتے، بلکہ وہ واعظین اور مولویوں کو دین کا مصدر، اور درباروں اور خانقاہوں کو دعوت دین کا مرکز مانتے ہیں، یہ لوگ لاعلمی اور اپنی سادگی کی وجہ سے صیاد کا آسان شکار بن جاتے ہیں، انہیں غلط راہنمائی ملتی ہے، اور جب ان سے کسی بدعت کی شرعیت ثابت کرنے کی بات کی جاتی ہے، تو وہ معصوم لہجے میں یا بات ہی کو ٹال دیتے ہیں، یا اپنے مصادر ومراکز کا ذکر کرتے ہوئے، وہاں سے سنی سنائی باتوں کو نقل کر کے اس بدعت کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کی مخلصانہ کوشش کرتے ہیں، کبھی دین سے محبت، کبھی لوگوں کی اکثریت، کبھی عدم ممانعت، کبھی اتحاد ملت کی عمومی دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور ہمارے اس پیش نظر رسالہ کا اصل موضوع یہی دلائل ہیں، لفظ ''دلائل، یا دلیل'' ہم صرف عرف عام اور تفہیم کلام کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ورنہ انہیں دلیل کا درجہ ہرگز حاصل نہیں، بلکہ انہیں شبہات کا نام دینا زیادہ موزوں ہے.....اور ہم آگے شبہات کا لفظ استعمال کریں گے، اور شرعی دلائل کی روشنی میں ان شبہات کا بھرپور جائزہ لیکر قاری کے سامنے اصل حقائق رکھنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

Www.IslamicBooks.Website

لیکن ان شبہات کو پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ بدعات کو شرعی جواز فراہم کرنے کے لیے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ان کی ماہیت واقسام کو ذکر کیا جائے۔

دلائل بدعات کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: ''مخصوص بدعت کے لیے مخصوص دلائل''

اور یہ دلائل بھی عموماً کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً:

(ا) دلیل سند کے اعتبار سے ضعیف یا موضوع ہوتی ہے۔

(ب) دلیل شرعی لحاظ سے ناقابل حجت ہوتی ہے۔

(ج) کبھی دلیل صحیح بھی ہوتی ہے، مگر اس میں وہ بات ہی نہیں ہوتی، جس سے کسی بدعت کو سہارا دینا مقصود ہوتا ہے۔

(د) کبھی ایک ہی دلیل میں مذکورہ سب عیوب جمع ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک طویل موضوع ہے، کہ کس بدعت کے لیے کون سی اور کس طرح کی دلیل دی جاتی ہے، چونکہ پیش نظر رسالہ کا موضوع دوسری قسم کے دلائل کو ذکر کر کے ان کا شرعی جائزہ لینا ہے، لیکن پھر بھی ایک دو مثالیں ہم ذکر کر لیتے ہیں، تاکہ قارئین اس قسم کے دلائل اور ان کی صحت کا تصور بھی ذہن میں رکھ سکیں۔(ا)

پہلی مثال: مزاروں، درباروں اور قبرستانوں پر قرآن خوانی کی بدعت کی یہ دلیل دی

(ا) البتہ اگر قارئین اس موضوع پر تفصیلی معلومات چاہتے ہیں، تو وہ معروف قطری قاضی حنفیہ علامہ احمد بن حجر ابو الطامی کی معروف کتاب: ''تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین'' کا مطالعہ کریں، اس کتاب کا اردو ترجمہ الشیخ مولانا رئیس الأحرار ندوی نے بعنوان: ''بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم'' کیا ہے۔ اسی طرح عربی خوان طبقہ علامہ عبداللہ بن عبدالعزیز التویجری کی کتاب: ''البدع الحولیۃ'' کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

جاتی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا:.....وَالْيَقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ" "یعنی میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے سورہ فاتحہ اور پاؤں کے پاس سورۃ البقرۃ کی آخری آیات پڑھیں"۔

یہ سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ترین حدیث ہے، اس میں ایک راوی "یحیی البابلتی" کو محدثین نے ضعیف اور دوسرے راوی "ایوب بن نہیک الحلبی" کو منکر الحدیث کہا ہے، (تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب: " احکام الجنائز وبدعها/ للشیخ الألبانی رحمه الله، اور "دیوان الضعفاء والمتروکین " للذهبی رحمه الله).

اسی طرح ایک اور حدیث بیان کی جاتی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُورَةَ يٰس خُفِّفَ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ مَنْ فِيهَا حَسَنَاتٌ" یعنی" اگر ایک شخص قبرستان میں داخل ہوتا ہے اور سورۃ یٰس پڑھتا ہے، تو اس دن ان (قبروں میں مدفون لوگوں) سے (عذاب میں) تخفیف کی جاتی ہے اور اسے اموات کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے"۔

یہ حدیث سنداً موضوع ہے، اس میں ایک راوی "ایوب بن مدرک الحنفی" ہے جو ضعیف ہے بلکہ ابن معین۔ رحمہ اللہ۔ نے اسے کذاب کہا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں، کتاب: السلسلة الضعيفة للألبانی: ۳/ ۳۹۷، نمبر: ۱۲۴۶)

جبکہ ان احادیث کے مقابلے میں ایک صحیح حدیث موجود ہے، جس کو اہل بدعت نظر انداز کرتے ہیں، ارشاد نبوی ہے: " لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ".

ترجمہ: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے، جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے" (حدیث صحیح مسلم/ کتاب صلاۃ المسافرین میں ہے، اور راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

Www.IslamicBooks.Website

عنہ ہیں)

ایک اہم وضاحت: یہ بات واضح رہے، کہ اموات کے لیے ایصال ثواب کے طور قرآن پڑھنا کسی حالت میں ثابت نہیں، چاہے وہ قبر پر پڑھا جائے، یا گھر پر، یا کسی مسجد میں یا اور کسی جگہ۔ کیونکہ یہ عمل نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، نہ آپ ﷺ کے اصحاب سے۔ حالانکہ احادیث میں احوال موت، غسل، دفن، کفن، تعزیت، حفر القبور، زیارۃ القبور، سوگ، جنازہ، دعا، بعض عبادات مثلاً صیام وحج کی قضاء، شوہر کی موت کے بعد بیوی کی عدت کے احکام وآداب وغیرہ سب موجود ہیں، اور اگر قرآن خوانی جائز ہوتی تو آپ ﷺ امت کو اس کے بارے میں بھی ضرور بتلاتے۔ بلکہ آپ ﷺ کی حیات میں کتنے صحابہ وفات پائے، شہید کیے گئے بلکہ بعض اوقات پر آپ کو بڑے دکھ اور کربناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا، لیکن کہیں قرآن خوانی کرنے کی تعلیم نہ دی، مزار بقیع جاتے تو وہاں دعا کرتے، معرکوں میں صحابہ شہید ہوتے، انہیں دفن کرتے، ان کے لیے دعا کرتے، لیکن قرآن خوانی کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ حادثہ رجیع میں دس صحابہ کو قتل کیا گیا، جنہیں بعض قبائل نے معلمین قرآن اور داعیان اسلام کے طور پر آپ ﷺ سے طلب کیا تھا، اسی طرح حادثہ بئر معونہ کے موقعہ پر بھی ایسا ہی المیہ پیش آیا، ستر صحابہ کو مبلغین دین کے نام پر طلب کیا گیا، دو کے علاوہ باقی سب جام شہادت پلائے گئے، کہا جاتا ہے کہ ان دونوں حادثوں کی خبر آپ ﷺ کو ایک ہی رات میں پہنچی تھی، آپ ﷺ کے حزن والم کا یہ حال تھا، کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان قاتلوں پر ایک مہینہ نماز فجر میں بدعا فرماتے رہے۔ لیکن کسی صحیح یا ضعیف دلیل سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے ان کے ایصال ثواب کے لیے خود کوئی قرآن خوانی کی، یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس قسم کا کوئی حکم دیا ہو۔

دوسری مثال: جشن میلاد النبی (ﷺ) کے جواز میں یہ دلیل بھی پیش کی جاتی ہے، کہ ابولہب کو

Www.IslamicBooks.Website

خواب میں دیکھا گیا، اور جب اس کے حال کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے جواب دیا: مجھے جہنم میں عذاب دیا جاتا ہے، مگر پیر کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، کیونکہ اس دن میں محمد ﷺ کی ولادت کی وجہ سے بڑا خوش ہوا تھا، اور اس خوشی میں میں نے باندی ''ثویبہ'' کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ دلیل کئی وجوہات کی بناء پر نا قابل حجت ہے:

(۱) یہ روایت سند کے اعتبار سے مرسل ہے، کیونکہ اس میں انقطاع ہے، اور مرسل ضعیف احادیث کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، کیونکہ صحت سند کی ایک شرط ''اتصال'' اس میں مفقود ہے۔

(۲) شرعاً بھی اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں، کیونکہ خوابوں کو دلیل بنا کر شریعت کے احکام و مسائل ثابت نہیں ہوتے، اس پر امت کا اجماع ہے، اگر چہ روایت صحیح ہی کیوں نہ ہو، اور اگر چہ صاحب خواب ولی یا امام ہی کیوں نہ ہو، لیکن انبیاء کے خواب حق ہوتے ہیں اور وہ وحی کا حصہ ہیں۔

(۳) ابولہب تو کفر کی حالت میں اس دنیا سے چل بسا، خواب میں اس کی کہی ہوئی بات کو بدعات کے لیے دلیل بنانا ایک مسلمان کے لیے باعث عار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَ لِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا﴾ (الکھف: ۱۰۵)

ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اسکی ملاقات سے کفر کیا، اسلیے ان کے اعمال غارت ہو گئے، پس قیامت کے دن ہم انہیں کوئی وزن نہیں دینگے''۔

جب کفر پر مرنے والے کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، تو ہم ان کے خوابوں کو معتبر سمجھ کر ان سے کیسے دلیل پکڑ لیں۔

Www.IslamicBooks.Website

تیسری مثال: بدعت میلاد کو شرعی بنیاد فراہم کرنے کے لیے یہ دلیل بھی دی جاتی ہے، کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، اور اس کی تعلیل یہ بیان کرتے تھے: "ذٰلِکَ یَوْمٌ وُلِدْتُ فِیهِ، وَیَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِیهِ" (صحیح مسلم، کتاب الصیام). یعنی "روزہ اس لیے رکھتا ہوں کیونکہ سوموار کے دن ہی میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھے مبعوث بھی کیا گیا"۔

اس حدیث سے بھی میلاد کا جواز نکالنا احقاق باطل اور ابطال حق ہے۔ وہ اس لیے کہ:

(۱) اگر سوموار کو روزہ رکھنا تحدیث نعمت کے طور پر ہے، تو پھر معقول ومنقول یہی ہے، کہ تحدیث نعمت اور اظہار تشکر کے طور پر روزہ ہی رکھا جائے۔ اور بدعات نہ کی جائیں، محفلیں نہ سجائی جائیں، مجلسیں نہ منعقد کی جائیں۔ اور اس دن کو عید کا دن قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ سب اعمال واعتقادات حدیث مذکور میں موجود نہیں ہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ سوموار کو روزہ رکھتے تھے، اور یہ دن مہینہ میں چار مرتبہ بلکہ کبھی پانچ مرتبہ بھی گردش کرتا ہے، اور یہاں ۱۲ ربیع الاوّل کی تاریخ کا کوئی تذکرہ نہیں، ۱۲/۳ سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، اور سوموار کے دن اس تاریخ کا وقوع نادر ہے، اس پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ کی تحدید میں اختلاف بھی ہے۔

(۳) اظہار شکر کے لیے آپ ﷺ کی محدّد سنت میں من پسند تبدیلی، دن کے بدلے تاریخ، ہفتہ میں ایک مرتبہ کے بدلہ سال میں ایک مرتبہ، روزہ کے بدلہ حلوہ اور ترکاریاں پکانا کہاں کی شریعت ہے۔ اور جو کچھ میلاد کے نام پر آج کیا اور کیا جاتا ہے، کیا اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر موجود ہے۔

(۴) حدیث میں پہلے ولادت اور پھر بعثت کا ذکر ترتیب زمانی کے لحاظ سے ہوا ہے ورنہ مقام ومنزلت کے اعتبار سے مؤخر الذکر ہی مقدم ہے، اسی لیے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ

Www.IslamicBooks.Website

کرتے ہیں، تو وہ وہاں انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اہمیت نظر نہیں آتی، جبکہ ان کی بعثت کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے، بلکہ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کو امت کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے احسان عظیم قرار دیا گیا ہے: ارشاد حق تعالی ہے: ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا، کہ ان ہی میں سے ایک رسول کو ان کی طرف بھیجا''

لیکن ''یوم بعثت'' اہل میلاد بھول جاتے ہیں، اس دن کے حوالے سے کوئی جشن نہیں منایا جاتا، نہ ہی کوئی محفل سجائی جاتی ہے۔ ہم ہر جشن کو بدعت مانتے ہیں، چاہے میلاد کا ہو یا بعثت کا، لیکن منانے والوں سے اگر پوچھا جائے کہ اس تفریق کی ان کے پاس کیا دلیل ہے، تو وہ کیا جواب دینگے؟

چوتھی مثال: میلاد کی شرعیت ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل بھی دی جاتی ہے، کہ نبی ﷺ نے یوم عاشوراء کو روزہ رکھنے کی ترغیب فرمائی، وہ اس طرح کہ جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے، تو دیکھا کہ مدینہ کے یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس کا سبب معلوم کیا، تو انہوں نے بتایا: "يَوْمٌ صَالِحٌ، هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى" یعنی یہ تو ایک اچھا دن ہے، اور اسی دن اللہ تعالی نے بنو اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی اور موسی علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: "فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ" میں موسی علیہ السلام کے بارے میں تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا، اور صحابہ کو اس کا حکم دیا'' (صحیح بخاری/کتاب الصیام)

Www.IslamicBooks.Website

''یعنی یہ تو بڑا بابرکت دن ہے، اس دن اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو نجات دی۔ فرعون اور اس کے لشکر سے جو ان کے تعاقب میں لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ دوڑ رہے تھے۔ یہاں جشن میلاد کے موید ین کا وجہ استدلال یہ ہے، کہ جب نبی ﷺ نے موسی علیہ السلام کے یوم نجات کے دن اظہار تشکر کے طور پر روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو ہم نبی ﷺ کے یوم ولادت کو یوم تشکر کے طور پر کیوں نہیں منا سکتے۔ یہ حدیث بھی سابق الذکر حدیث کی طرح صحیح ہے، لیکن اس سے بھی جشن میلاد کی شرعیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی، وہ اس لیے کہ:

(۱) تعبدی امور میں ایک ثابت عبادت پر دوسری غیر ثابت عبادت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ عبادت میں اصل ''توقیف'' ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کو صرف روزہ رکھنے کا حکم دیا، کسی اور جشن کا یا محفل کے انعقاد کا اس پر ذکر نہیں، بلکہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں، کہ ابو موسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''كَانَ أَهْلُ خَيْبَرَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، يَتَّخِذُونَهُ عِيدًا وَيُلْبِسُونَ نِسَاءَهُمْ فِيهِ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ'' یعنی ''خیبر کے یہود عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے، اور اس روز عید مناتے تھے، اور اپنی عورتوں کو زیور پہناتے تھے اور انہیں سنوارتے اور سنگارتے تھے''۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''فَصُومُوهُ أَنْتُمْ'' تم اس دن کو روزہ رکھو (صحیح مسلم/کتاب الصیام) یعنی نبی ﷺ نے صحابہ کو صرف روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، اگرچہ یہود اس دن عید مناتے تھے، یا عورتوں کو سنوارتے تھے۔

(۳) صرف موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کے یوم نجات کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، اگر اس سے دوسری عبادات یا دوسرے ایام کے احتفال کی بات اخذ کرنا صحیح ہوتا، تو آپ ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بھی اس طرح کا حکم فرماتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا یوم توبہ، عیسی

Www.IslamicBooks.Website

علیہ السلام کا یوم عروج إلی السماء، یوسف علیہ السلام کا اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے یوم لقاء، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے یوم الخروج، ایوب علیہ السلام کو امراض وابتلاء سے یوم نجات وغیرہ وغیرہ سب ایام فرحت ومسرت کے ایام گزرے، لیکن آپ ﷺ نے اس حوالے سے کوئی روزہ رکھنے کا حکم بھی نہیں دیا، جشن منانے کی بات تو بہت دور کی ہے۔

(۴) خود نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں بہت سے ایسے حوادث وواقعات ہوئے ہیں، جن کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت سے مدون کیا گیا ہے، مثلا: یوم بعثت، یوم ہجرت، یوم بدر، یوم فتح مکہ، حجۃ الوداع، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن نبی ﷺ نے ان ایام کی یاد میں کوئی جشن منانے کا حکم نہیں دیا، نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں اس قسم کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ جبکہ اس حقیقت میں کوئی دورائے نہیں کہ صحابہ کا زمانہ ہی سب سے بہترین زمانہ ہے، اور آپ ہی نبی ﷺ کی سنتوں کو سب سے بہتر سمجھنے والے اور ان پر بدرجہ کمال عمل کرنے والے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ، اگر امت بالخصوص اہل میلاد اخلاص نیت کے ساتھ نبی ﷺ کے یوم ولادت کو یوم تشکر کے طور پر یاد رکھنا چاہتے ہیں، تو انہیں چاہیے کہ:

(ا) امت کو ہر سوموار کو روزہ رکھنے کی ترغیب دیں۔

(ب) ان تمام اعمال وافعال سے باز رہیں، جو آپ ﷺ کی شریعت میں ثابت نہیں۔

(ج) صحابہ کی زندگی کو سامنے رکھیں، جو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے تھے، وہ آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے تھے، لیکن میلاد جیسی بدعات کو کبھی انجام نہیں دیتے تھے۔

(د) سال میں ایک دن کا جشن منانے کے بجائے اپنی یومیہ زندگی کو آپ ﷺ کے نقش قدم کے مطابق گزارنے کا حتمی فیصلہ کریں۔ کیونکہ اسی میں اظہار تشکر بھی اور اظہار محبت بھی۔

Www.IslamicBooks.Website

دلائل کی دوسری قسم: ''عمومی دلائل''

دلائل کی یہ قسم ایسی ہے، جن کو شبہات ہی کہہ سکتے ہیں، دلائل نہیں، ان کا تعلق عموماً کسی مخصوص بدعت سے نہیں ہوتا، بلکہ انہیں کسی بھی بدعت کی تزیین کے لیے حسب حالات بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ لفظ تزیین ہم نے اس لیے استعمال کیا، کیونکہ ان دلائل میں وہ باتیں موجود ہی نہیں ہوتیں جن کو اہل بدعت اخذ کرنا چاہتے ہیں، بلکہ یہ کہیں کہ ان دلائل کو بدعات کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کی کوشش میں ایک خوبصورت غلاف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ بدعات کی اصل قباحت اور عدم شرعیت لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔

آیئے! اب ہم ان شبہات کو پیش کرتے ہیں، جن کو بدعات کی تائید میں عموماً دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ہر شبہ اور اس کی حقیقت و دلالت کا شرعی جائزہ بھی لیتے ہیں۔ ''اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ''

''الٰہی! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

بدعات سے متعلق چند شبہات اور ان کا شرعی جائزہ

<u>پہلا شبہہ:</u> بدعات کو شرعی غلاف سے مزین کرنے کی کوشش میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ: ''ہم تو اس دن یا اس مناسبت سے نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن خوانی کرتے ہیں، درود پڑھتے ..... کیا یہ اعمال بدعت ہو سکتے ہیں''؟۔

<u>شرعی جائزہ:</u> حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اعمال فی الأصل بدعت نہیں، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اعمال اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مگر ایسے کاموں کو انجام دینے کے

Www.IslamicBooks.Website

لیے بغیر کسی شرعی دلیل کے کوئی خاص طریقہ یا کوئی مخصوص وقت اختیار کرنا بدعت ہے، اور دوسرے گناہوں سے بدعت کا ارتکاب اسی لیے زیادہ قبیح اور سنگین ہے، کیونکہ لوگ اسے دین کا حصہ سمجھتے ہوئے انجام دیتے ہیں، اسی لیے امام سفیان ثوری۔ رحمہ اللہ۔ فرماتے تھے: "اَلْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، فَإِنَّ الْمَعْصِيَةَ يُتَابُ عَنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ عَنْهَا" (اقتضاء الصراط المستقيم/لابن تيمية) یعنی "بدعت ابلیس کے نزدیک معصیت سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ معصیت سے بندہ توبہ کر لیتا ہے، جبکہ بدعت سے توبہ کی اسے توفیق نہیں ہوتی"..... اور وہ اس لیے کیونکہ وہ بدعت کو دین کا حصہ سمجھ کر اختیار کر لیتا ہے، تو وہ اس سے توبہ کی فکر ہی کیسے کرے۔

عبادات میں تنوع یا کثرت ہی اصل مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصد حکم کی تعمیل ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے معروف صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ رضی اللہ عنہما۔ کے بارے میں سنا، کہ وہ متواتر کسی انقطاع کے بغیر روزہ رکھتے ہیں، کبھی افطار نہیں کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر اس استمراری عمل سے روک دیا۔ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ- مَرَّتَيْنِ" یعنی دو مرتبہ فرمایا کہ: جو شخص صوم الدھر (پوری زندگی) روزہ رکھتا ہے، اس کا روزہ ہی نہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں، کہ آپ ﷺ نے ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ كُلِّهِ" (تفصیل کے لیے دیکھیں، صحیح بخاری/وصحیح مسلم/کتاب الصیام)

ترجمہ: "اور تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، اور اس طرح یہ مکمل زندگی کا روزہ (اجر وثواب کے اعتبار سے) شمار ہوگا۔

Www.IslamicBooks.Website

کہاں پوری زندگی کے روزے، اور کہاں مہینہ میں تین دن کے روزے؟ لیکن قبولیت کا انحصار کثرت پر نہیں، بلکہ حکم کی تعمیل پر ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ " (صحيح مسلم/ كتاب الصيام)

ترجمہ: "جو شخص رمضان کے روزے رکھتا ہے، اور پھر اسی کے ساتھ شوال کے چھ روزے رکھتا ہے تو اس کو زندگی بھر کے روزوں کا ثواب ہوگا"۔

دوسرا شبہہ: کہتے ہیں کہ: "ہم نے یہ کام اپنے علماء اور بزرگوں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور ان وارثان نبی کے نقش قدم پر چلنے کو کیسے بدعت کہا جاسکتا ہے"۔

شرعی جائزہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں، یہی ہم منکرین بدعات کا بھی عقیدہ ہے، لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، کہ دین دلیل کا نام ہے، اس لیے فردی اجتہادات کی شرعیت دلیل ہی سے ثابت کی جاسکتی ہے۔ شبہات سے نہیں۔ اور ساتھ ہی ہمیں عالم اور متعلم میں فرق کرنا بھی ضروری ہے، جو لوگ شرک اور بدعات کے علمبردار ہیں، انہیں علماء اور مجتہدین کی صف میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ جو علماء حق کے علمبردار ہیں، جن کا عقیدہ اور عمل کتاب وسنت اور سلف صالحین کے منہج کے مطابق ہے، انہیں عالم کہنا درست ہے، البتہ اگر ان سے بھی کوئی خطا سرزد ہوتی ہے، تو عمل دلیل کے مطابق ہی ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: " مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ " (بخاری ومسلم) یعنی: "جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، تو وہ نو ایجاد چیز مردود ہے"۔ اس لیے اگر کوئی شخص عمدًا کوئی بدعت ایجاد کرلیتا ہے، وہ گنہگار بھی ہے، اور اس کی بدعت بھی مردود ہے، لیکن اگر علم وتقوی میں معروف کسی عالم یا مجتہد سے سہوًا ایسا ہوتا ہے، تو وہ اگر چہ گنہگار نہیں لیکن بدعت بہر حال

Www.IslamicBooks.Website

مردود ہوگی۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث میں "مَنْ أَحْدَثَ" کے الفاظ آئے ہیں، اور ہم تو احداث (ایجاد) نہیں کرتے، بلکہ صرف عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ بات ایک ہی ہے، بدعت کا حکم ایک ہے، اگر تم نے خود کسی بدعت کو ایجاد نہیں کیا، تو ایجاد کرنے یا اس کی شرعیت بیان کرنے والے سے اس کی دلیل طلب کریں، اور ساتھ ہی ایک دوسری حدیث کے الفاظ پر بھی غور کریں، جس میں "مَنْ أَحْدَثَ" کے بجائے "مَنْ عَمِلَ" کے الفاظ موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" (صحیح مسلم) یعنی "جس شخص نے کوئی ایسا کام انجام دیا، جس پر ہمارا حکم نہ تھا، تو وہ کام مردود ہے"۔

حضرت ابو بکر صدیق۔ رضی اللہ عنہ۔ جب خلیفۃ المسلمین منتخب ہوتے ہیں، اور صحابہ۔ رضی اللہ عنہم۔ بیعت کرتے ہیں، تو خلیفۃ المسلمین نے جو پہلا خطبہ صحابہ کے سامنے ارشاد فرمایا، اس کے الفاظ یہ ہیں: " أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ ! فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي..... أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ....." (تفصیل کے لیے دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ/ لابن کثیر رحمہ اللہ)

ترجمہ: "اما بعد، لوگو! مجھے تو تمہارا ولی (حاکم) مقرر کیا گیا ہے، اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں، (لیکن) اگر میں بحسن وخوبی اپنا فریضہ انجام دیتا ہوں تو تم میری مدد کرو، اور اگر کوئی برائی مجھ سے سرزد ہوتی ہے تو مجھے (صحیح راہنمائی کرکے) سیدھا کرو..... جہاں پر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، تو وہاں تم میری اطاعت کرو، اور جہاں میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو وہاں تم پر میری اطاعت نہیں....."

Www.IslamicBooks.Website

ہم علماء اور واعظین کی بات کرتے ہیں، اور امت کے اس عظیم خلیفہ اور افضل الناس بعد الأنبیاء کی سیرت کو نہیں پڑھتے، جہاں تک وارثان انبیاء کی بات ہے تو اس میں بھی صدیق کا درجہ پہلا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے اجتہاد کو دلیل کا درجہ نہیں دیتے۔ بلکہ صحابہ سے دلیل کے مقابلے میں غلط فیصلہ کی صورت میں تنبیہ اور صحیح راہنمائی کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں عمر فاروق۔ رضی اللہ عنہ۔ کا مقام اُولی ہے، ان کے زمانہ خلافت میں ایک دیوانہ زانیہ عورت لائی جاتی ہے، امیر المؤمنین بعض صحابہ سے مشورہ کے بعد اسے سنگسار کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راستے سے گزرتے ہوئے اس عورت پر نظر پڑی تو پوچھا: ''اس خاتون کا کیا معاملہ ہے؟'' معلوم ہوا کہ اسے رجم کرنے کے لیے لے جایا رہا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے اسے واپس خلیفہ کے پاس لوٹانے کا مطالبہ کیا، اور وہاں جا کر امیر المؤمنین سے مخاطب ہوئے: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَعْقِلَ" (سنن أبي داود/ كتاب الحدود)

امیر المؤمنین! کیا آپ نہیں جانتے کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، دیوانہ سے یہاں تک وہ صحت یاب ہو جائے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ جاگ جائے، اور بچے سے حتی کہ وہ عقل مند (بالغ) ہو جائے''۔

حدیث سن کر امیر المؤمنین نے اپنا فیصلہ واپس لیا، عورت کو چھوڑ دیا گیا۔ اور پھر ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا..... جب صحابہ اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم دلیل پا کر اپنے فیصلہ سے رجوع کرتے تھے، تو ہم کسی مولوی صاحب یا مفتی صاحب کا فیصلہ کیوں رد نہیں کر سکتے۔

تیسرا شبہہ: بعض بدعات کی تزیین کے لیے یہ شبہہ بھی بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ: ''ہماری

Www.IslamicBooks.Website

نیت صاف ہے، یہ کام تو ہم صرف محبت کی بناء پر انجام دیتے ہیں، مثلاً محفل میلاد یا جشن معراج اس لیے مناتے ہیں تا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی شان وعظمت کو اجاگر کیا جائے۔"

شرعی جائزہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی ﷺ سے محبت ایمان کی اساس ہے، اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے بغض رکھنا صریح کفر ہے۔ آپ ﷺ سے کمال محبت کے بغیر ایمان کی لذت سے فیض یاب ہونا ممکن ہی نہیں، انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ" (صحيح البخاري/ كتاب الإيمان)

ترجمہ: "تین چیزیں (خصلتیں) ایسی ہیں، کہ اگر کسی میں وہ پائی جائیں، تو اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوم یہ کہ کسی سے محبت رکھے تو محض اللہ کی رضا کے لیے رکھے، سوم یہ کہ وہ کفر کی طرف واپس لوٹنے کو اتنا کریہہ (ناپسند) جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند جانتا ہے"۔

لیکن آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے آپ کے صحابہ کرام۔ رضی اللہ عنہم۔ تھے، وہ آپ کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کرتے، لیکن اس کے باوجود کسی صحابی۔ رضی اللہ عنہ۔ کو نبی ﷺ کی محبت میں بدعت کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ محبت ایک مستمر عمل کا نام ہے، سال میں کسی شرعی دلیل کے بغیر چند محفلیں قائم کرنے سے محبت کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے، اسلام عقیدہ، عبادات، اخلاق اور معاملات کا نام ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اطاعت رسول اللہ کی فرمانبرداری ہے، لیکن اس کے لیے عمل کی راہ اپنانا ہوگی۔ ارشاد باری ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ

Www.IslamicBooks.Website

ذُنُوبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۳۱)۔

ترجمہ: ''(اے ہمارے نبی) کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو پھر میری تابعداری کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا انتہائی رحم کرنے والا ہے''۔ کیا تابعداری بدعات پر عمل کرنے سے کی جاتی ہے، یا آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے سے؟ اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت کی اساس وحی پر ہے، دین میں صرف اُس محبت اور اُن جذبات کو عبادت کا درجہ حاصل ہے، جن کی بنیاد اتباع پر ہو نہ کہ ابتداع پر۔ ایک روز حضرت معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام سنت ہے، لیکن وہ کعبہ کے چاروں ارکان کا استلام کرتے جا رہے تھے، عبداللہ بن عباس ۔رضی اللہ عنہما۔ نے حضرت معاویہ کو اس عمل سے روکا، لیکن معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ نے محبت اور جذبات میں یہ دلیل پیش کی کہ: ''لَيْسَ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا''، یعنی ''اللہ تعالیٰ کے اس عظیم گھر کے کسی حصے کو چھوڑا نہیں جا سکتا''۔ کعبہ کا مقام اور اس کی عظمت برحق ہے، لیکن اس عظمت کے اظہار کے لیے وہی طریقہ اپنانا ضروری ہے، جو دلیل سے ثابت ہو، ذاتی جذبات سے نہیں۔ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے معاویہ کی دلیل کے جواب میں فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورۃ الأحزاب، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے''۔ بے دلیل جذبات کے مقابلے میں معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرماتے ہیں: ''صَدَقْتَ''، ''اے ابن عباس! آپ کی بات ہی سچی ہے''۔ مؤمن کی شان یہی ہے، کہ دلیل کے مقابلے میں کسی کے قول، فعل یا جذبات کو ترجیح نہیں دیتا۔(۱) (تفصیل کے ساتھ یہ قصہ دیکھیں: الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن

---

(۱) نبی ﷺ سے محبت کیسے کی جائے؟ اس موضوع پر معروف اسلامی سکالر پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کی کتاب: ''نبی=

Www.IslamicBooks.Website

حنبل: ۱۲/۴۱، حدیث نمبر ۲۴۵)

چوتھا شبہہ: کبھی کسی بدعت کی شرعیت ثابت کرنے کے لیے یہ شبہہ بھی بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ: ''ہمارا یہ کام کوئی نیا نہیں، لوگ اسے صدیوں سے کرتے آرہے ہیں۔ اور ہمارے اسلاف تسلسل کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہیں، اور ہم بھی آج اسلاف کے اسی تسلسل کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔''

شرعی جائزہ: اگر اسلاف سے ان کی مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، تو ظاہر سی بات ہے کہ پھر وہ کسی بدعت کی شرعیت اسلاف سے ثابت نہیں کر سکتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کے شیدائی تھے، بدعات سے انہیں بڑی نفرت تھی، اور اسلاف میں امت کے ائمہ ومحدثین اور مفسرین بھی شامل ہیں، لیکن کیا وہ بدعات کے حامی رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جشن میلاد ہی کی مثال لیجیے، کیا کسی امام بالخصوص ائمہ اربعہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ وہ اگر فقہی مسئلہ میں بھی اجتہاد کرتے تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے کہ: '' إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي '' اور جب ہم تاریخ کے صفحات پلٹتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ میلاد کی بدعت سب سے پہلے مصر میں عبیدیوں نے منائی، جو اپنے آپ کو فاطمی بھی کہا کرتے تھے، اور یہ لوگ ''ابن دیصان القداح'' کی نسل سے ہیں، جو عراق میں شیعی باطنی مذہب کے مؤسسین میں شمار ہوتا ہے۔ اور یہ فاطمی مصر میں سن ۳۶۲ ہجری کو داخل ہوئے تھے۔ کیا صحابہ اور ائمہ کو چھوڑ کر پھر انہی باطنیوں کو اسلاف شمار کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

اور اگر کہیں کوئی عمل ائمہ حتی کہ صحابہ سے بھی ثابت ہو، تو صریح دلیل کے مقابلے میں اس عمل کو اپنایا نہیں جاسکتا ہے۔ اسی طرح وہ قول یا عمل بھی قابل عمل نہیں، جس کی شرعیت دلیل سے

= کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں'' کا ضرور مطالعہ کریں، یہ کتاب اس موضوع پر بڑی مفید اور مدلل ہے۔

(۱) تفصیل کے ساتھ دیکھیں: ''البدع الحولیۃ'' تالیف/الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز التویجری۔ رحمہ اللہ۔

Www.IslamicBooks.Website

ثابت نہ ہو.....امیر المؤمنین عمر بن الخطاب۔ رضی اللہ عنہ۔ حجاج بیت اللہ کو احکام حج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ، وَذَبَحْتُمْ، وَحَلَقْتُمْ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا النِّسَاءَ وَالطِّيبَ" یعنی "جب تم (۱۰ ذوالحجہ) کو جمرہ عقبہ کی رمی کرو، اور پھر ذبح کرو اور بال منڈا لو تو پھر تمہارے لیے وہ سب چیزیں حلال ہوتی ہیں، جو احرام کی وجہ سے تم پر حرام کی گئی تھیں، الا عورت (سے جماع) اور خوشبو (استعمال کرنا)"۔ لیکن جہاں تک دلیل کی بات ہے، عید کے دن رمی کر کے سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، حتی کہ خوشبو بھی استعمال کر سکتے ہیں، الا بیوی سے جماع تب تک جائز نہیں جبکہ حاجی طواف زیارت نہ کر لے۔

اسی لیے ابن الخطاب کے پوتے حضرت سالم بن عبد اللہ۔ رحمہ اللہ۔ اپنے اس عظیم امام امیر اور اپنے دادا پر اعتراض کرتے ہیں، اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں ام المؤمنین۔ رضی اللہ عنہا۔ فرماتی ہیں: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ" (صحيح بخاری/ كتاب الحج) یعنی "میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی جب وہ احرام باندھتے، اور جب وہ حلال ہوتے بیت اللہ کے طواف (زیارت) سے پہلے"۔

حضرت سالم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: فَسُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ نَأْخُذَ بِهَا مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ" (مسند الإمام أحمد ۱۰۶/۶) یعنی "رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہے کہ ہم اس پر عمل کریں"۔

یہ ہیں ہمارے اسلاف اور ان کے امام، دلیل کے مقابلے میں کسی قول یا فعل کو حجت تسلیم نہیں کرتے اور حدیث رسول ﷺ دیکھ کر اپنے اجتہادات سے رجوع کر لیتے تھے۔

Www.IslamicBooks.Website

پانچواں شبہہ: ارتکاب بدعات کے جواز میں ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ اگر چہ اس ''بدعت'' پر رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث یا صحابہ کا کوئی عمل موجود نہیں، لیکن ممانعت کی دلیل بھی کہاں ہے؟ یعنی وہ منکرین بدعات سے تحریم کی دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

شرعی جائزہ: یہ دلیل بڑی مشہور ہے، اس سے اخباروں میں بڑے اور چھوٹے کالم نگار بھی استدلال کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی جنہیں کسی محفل یا مجلس میں کچھ بولنے کا موقعہ ملتا ہے، اگر چہ وہ دین کے اصول وقواعد سے بالکل بے خبر ہی رہتے ہیں۔ بہر حال یہ شبہہ بھی دلیل نہ ملنے کی وجہ سے ان کے ہاں دلیل کا درجہ رکھتا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ امتناع یا تحریم کے لیے دلیل کا ہونا تو دنیائی معاملات میں لازمی ہے، جبکہ دینی احکام ومسائل میں معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی دلیل ان سے طلب کی جائے گی جو کسی عمل کو انجام دے رہے ہوں، نہ کہ ان سے جو منع کر رہے ہیں، کیونکہ دین میں اصل ''منع'' جبکہ دنیائی معاملات میں اصل ''اباحت'' ہے۔ اسی لیے ہم نے پچھلے صفحات پر مذکورہ واقعہ میں دیکھا، کہ حضرت عبداللہ بن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ نے جب حضرت امیر معاویہ۔ رضی اللہ عنہ۔ کو کعبہ کے چاروں ارکان کے استلام پر اعتراض کیا، اگر چہ حضرت معاویہ ۔رضی اللہ عنہ۔ نے کعبہ کی عظمت کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا، لیکن انہوں نے ہرگز اس بات کو دلیل نہیں بنایا کہ چاروں ارکان کے عدم استلام کی دلیل کہاں ہے! یہ شبہ تو بالکل بیہودہ ہے، جس کو کوئی صاحب عقل دلیل کے طور پر پیش نہیں کرسکتا۔ اسی لیے ہم نے دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقناع کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صرف یہ دلیل کافی تھی کہ: '' لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''۔

حضرت عمر بن الخطاب۔ رضی اللہ عنہ۔ حجر اسود کے پاس آتے ہیں، اور اسے بوسہ دے کر فرماتے ہیں: ''إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ

Www.IslamicBooks.Website

ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ" (صحيح بخاري/ كتاب الحج)

ترجمہ: "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ کسی کو نفع، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا"۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل پیش نہیں کی، کہ میں حجر اسود کو بوسہ اس لیے دیتا ہوں کیونکہ اس کی ممانعت یا تحریم کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ مذکورہ شبہ کو دلیل تسلیم کرنے سے محرمات ومنکرات کا دروازہ ہی کھل جائے گا، کوئی کسی قبر کو، کوئی کسی کھڑکی، کوئی کسی دروازہ کو بوسہ دے، تو منع کرنے پر وہ عدم ممانعت کی دلیل کا مطالبہ کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص حرم کے کسی ستون کو بوسہ دیتا ہے، اور جواز میں عدم ممانعت کی دلیل پیش کرتا ہے..... تو پھر حجر اسود کو بوسہ دینے کی خصوصیت کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟

چھٹا شبہہ: بعض بدعات کے دفاع میں کبھی یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ: "پوری دنیا یہ کام انجام دے رہی ہے، دنیا کے ہر کونے پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کی اکثریت اس پر عمل پیرا ہے" اور کبھی اس اکثریت کو اجماع امت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

شرعی جائزہ: یہ دلیل بھی سابق الذکر دلائل (شبہات) کی طرح بے دلیل ہی ہے۔ کیونکہ لوگوں کی کثرت یا اکثریت کسی عمل کی شرعی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے ہرگز دلیل نہیں بن سکتی، اگر لوگوں کی اکثریت گمراہی کی راہ اختیار کر لیتی ہے، تو کیا اسے "صراط مستقیم" کہنا درست ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ" یعنی "اتباع وفرمانبرداری کو لازم پکڑو، اور بدعات کو ایجاد نہ کرو، کیونکہ تمہیں (کتاب وسنت) دے کر خود کفیل بنا دیا گیا ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی ہے: "فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ

Www.IslamicBooks.Website

هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) ""تمہاری ہدایت کے لیے سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب اور سب سے بہترین راہنمائی نبی ﷺ کی راہنمائی ہے"۔ مسلم امت کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تلقین وتاکید کی گئی ہے چاہے لوگوں کی اکثریت اس کے مخالف ہی کیوں نہ ہو، عبداللہ بن عمر۔ رضی اللہ عنہما۔ فرماتے ہیں: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً" یعنی "دین میں ہر نوایجاد شیء گمراہی ہے اگرچہ لوگوں کو وہ حسین ہی کیوں نہ نظر آنے لگے"۔ (البيهقي في المدخل إلى السنن)

دین کے تمام احکام وعقائد کی اصل وحی پر قائم ہے، اور وحی کے مقابلے میں لوگوں کی کثرت یا اکثریت کوئی معنی نہیں رکھتی، اللہ تعالی اہل ایمان کے اوصاف وکردار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورة النور، آيت: ٥١) ترجمہ: "ایمان والوں کا قول (موقف) یہ ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے، تاکہ وہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کردے، تو وہ کہہ دیتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور یہی لوگ کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں"۔

فوز وفلاح اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہے، لوگوں کی کثرت یا اکثریت موقف کو صحیح قرار دینے کی دلیل نہیں ہوسکتی، مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو حَکَم تسلیم کرنے کو ایمان کی نشانی اور کامیابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، لیکن کیا یہ محاسن وبرکات کسی بھی طرح عوامی اکثریت کو حجت تسلیم کرنے پر صادق آتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے، کہ یہود "اے" اور نصاری "۷۲" فرقوں میں بٹ گئے، اور یہ امت "۷۳" فرقوں میں بٹ جائے گی، اور سب فرقوں کا انجام جہنم ہوگا، سوائے صرف ایک

Www.IslamicBooks.Website

جماعت کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کہ وہ (نجات پانے والی) جماعت کونسی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" یعنی "وہ جماعت وہ ہے جو اس طریقہ پر (قائم) ہو، جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں"۔ (سنن ترمذی/مستدرک حاکم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ذات کریمہ سے بدرجہ کمال محبت کرنے والے، اور آپ ﷺ کے احکام وارشادات پر بدرجہ تمام عمل کرنے والے تھے، اسی لیے انہیں "وَأَصْحَابِي" کہکر شرف معیت بخشا، لیکن کیا یہ شرف وخصوصیت کسی صورت میں بھی "لوگوں کی اکثریتی تعداد" کو دلیل تسلیم کرنے پر صادق آسکتی ہے؟ خلق قرآن کے مسئلہ میں احمد بن حنبل ۔رحمہ اللہ۔ کے موقف کو کون نہیں جانتا، پوری امت اور ساری قیادت ایک طرف، اور احمد بن حنبل جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنے موقف پر ڈٹے رہے، اگر لوگوں کی اکثریت کی دلیل تسلیم کرنا صحیح ہوتا تو آج پوری امت ابن حنبل ۔رحمہ اللہ۔ کے اس غیر متزلزل موقف کی معترف بلکہ مداح نہ ہوتی۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: "لَا يَزَالُ اللَّهُ يَغْرِسُ فِي هَذَا الدِّينِ غَرْسًا يَسْتَعْمِلُهُمْ فِي طَاعَتِهِ" (سنن ابن ماجه/ كتاب السنة)

ترجمہ: "اللہ تعالی اس دین میں ہمیشہ (نئے نئے) پودے لگاتا رہے گا، اور ان سے اپنی فرمانبرداری میں کام لیتا رہے گا"۔

کثرت یا اکثریت کسی صورت میں دلیل کا متبادل نہیں ہوسکتی، ہماری بات ہی کیا، اللہ تعالی نے تو رسول معصوم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اکثریت کا اعتبار کرنے سے منع فرمایا، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ (سورة الأنعام، آیت: ۱۱۶)

Www.IslamicBooks.Website

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) اگر آپ زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے، وہ تو محض گمان (بے دلیل خیالات) پر چلتے ہیں، اور بالکل قیاس آرائیاں کرتے ہیں''۔

معروف مفسر قرآن علامہ عبد الرحمٰن ناصر السعدی۔ رحمہ اللہ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' وَدَلَّتِ الآيَةُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَسْتَدِلُّ عَلَى الْحَقِّ بِكَثْرَةِ أَهْلِهِ وَلَا يَدُلُّ قِلَّةُ السَّالِكِينَ لأَمْرٍ مِنَ الأُمُورِ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ حَقٍّ، بَلِ الْوَاقِعُ بِخِلَافِ ذَلِكَ، فَإِنَّ أَهْلَ الْحَقِّ هُمُ الأَقَلُّونَ عَدَدًا، الأَعْظَمُونَ - عِنْدَ اللَّهِ - قَدْرًا وَأَجْرًا''. یعنی ''یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی گروہ کی کثرت سے اس کے حق ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے، اور اسی طرح اگر کسی معاملے میں، اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے ہوں، تو یہ قلت ان کے ناحق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ اس کے برعکس فی الواقع حقیقت یہ ہے کہ اہل حق تعداد میں بہت کم اور اللہ کے ہاں قدر و اجر میں بہت عظیم ہوتے ہیں'' (تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان)

ساتواں شبہہ: کہتے ہیں کہ: ''امت بکھری ہوئی ہے، اس لیے اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کرنی چاہیے، جب لوگ بدعات کی مخالفت کرنے لگتے ہیں تو ان پر عمل پیرا لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں، تو ماحول خراب ہوتا ہے، اور دل دور ہوتے ہیں..... وغیرہ وغیرہ''۔

شرعی جائزہ: اتحاد ملت اور اتفاق امت کا خواہاں ہر باغیرت مسلم ہے، بلکہ یہ سب مسلمانوں کی عزیز تمنا ہے، لیکن اس تمنا کی آڑ میں کسی بدعت کو دلیل کا سہارا دینا غیر شرعی اور منکر عمل ہے۔ قرآن کریم نے اتحاد امت کے لیے اللہ تعالی کی رسی کو مضبوط سے تھامنے کی تاکید ہے، نہ کہ نو ایجاد بدعات پر عمل پیرا ہونے کی۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

Www.IslamicBooks.Website

وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۳)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالی کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑ لو، اور تفرقہ میں نہ پڑو، اور (ساتھ ہی) اللہ تعالی کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت ڈال دی، اور تم اس کے فضل وعنایت سے بھائی بھائی بن گئے''۔

غور وتدبر کریں، کہ آیت کریمہ میں تفرقہ سے بچنے کے لیے اللہ کی رسی کو کو تھامنے کی تلقین کی جارہی ہے، اور پھر صحابہ کرام۔رضی اللہ عنہم۔کو اپنے ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالنے کی تاکید کی جارہی ہے، کہ وہ کس طرح تفرقہ کے شکار تھے، اور پھر کیسے اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے انہیں اجتماعیت نصیب فرمائی.....اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام۔رضی اللہ عنہم۔نے اپنے عقائد کی تصحیح کی، شرک کو چھوڑ کر توحید کی راہ اپنائی، شخصیات کو چھوڑ کر صاحب رسالت ﷺ کے ارشادات وفرمودات پر عمل پیرا رہے تو اللہ تعالی نے انہیں ایک مضبوط امت کا مقام نصیب فرمایا۔

بدعات پر عمل کر کے دلوں کو جوڑا نہیں جاسکتا، بلکہ اس کے لیے صرف حبل اللہ کو تھامنا ضروری ہے۔سابق الذکر آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالی اگلی آیت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:۱۰۴)

ترجمہ: ''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے، جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب وکامران ہیں''۔

اس لیے کوشش یہ کرنی چاہیے، کہ بدعات کے مرتکبین کو دعوت دیکر انہیں صحیح راہ کی نشاندہی

Www.IslamicBooks.Website

کی جائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کامیابی کا ذریعہ بتایا گیا ہے، نہ کہ بدعات پر خاموش رہنے یا ان پر عمل کرنے کو۔ امام مالک۔ رحمہ اللہ۔ کا فرمان ہے: "لَا يَصْلُحُ آخِرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهِ أَوَّلُهَا" یعنی "اس امت کی اصلاح آج بھی اسی چیز سے ممکن ہے جس سے اس امت کی ابتداء میں اصلاح ہوئی تھی" نیز امام صاحب۔ رحمہ اللہ۔ فرماتے ہیں: "فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا" یعنی "جو چیز زمانہ نبوت میں دین کا حصہ نہ تھی، تو وہ آج میں دین نہیں بن سکتی"۔ (کتاب الاعتصام/للشاطبی)

آٹھواں شبہہ: تزیین بدعات کا فن رکھنے والے کبھی یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ: "یہ کام تو صحابہ کے دور میں اس لیے نہیں ہوئے، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے قریب تھے، اس لیے انہیں ان نو ایجاد امور کو ایجاد و اختیار کی ضرورت نہیں تھی، لیکن ہم تو زمانہ کے اعتبار سے بہت دور ہیں، اس لیے ہمیں ایمان، عہد، عزم و محبت میں تجدید و تقویت کی ضرورت پڑتی ہے....."۔

شرعی جائزہ: عزم و ایمان میں تجدید بدعات پر عمل کرنے سے کیسے ممکن ہے، بدعات تو گمراہی ہیں، ایمان میں تجدید و تقویت کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے، اللہ تعالی اہل ایمان کی توصیف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ (سورة الأنفال، آیت: ۲)

ترجمہ: "اور ایمان والوں کا حال یہ ہے، کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے، تو ان کے دل لرز جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔

﴿ اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَّ

Www.IslamicBooks.Website

قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾(سورة آل عمران، آیت: ۱۷۳)

ترجمہ: ''وہ (اہل ایمان) کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کفار نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں، اس لیے ان سے ڈرو، (لیکن خوف کھانے کے برعکس) ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا، اور کہنے لگے: ہمارے لیے اللہ کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

﴿وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ (سورة بنی إسرائیل، آیت: ۱۰۹)

ترجمہ: ''اور وہ (اہل ایمان) منہ کے بل روتے ہوئے (سجدہ میں) گر پڑتے ہیں، اور یہ (قرآن) ان کے خوف وخشیت کو بڑھا دیتا ہے''۔

اور اس فرمان نبوی پر بھی غور کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطَى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الإِيمَانَ" (سنن أبو داود/ كتاب السنة/ حديث: ۴۶۸۱)

ترجمہ: ''جس نے اللہ کی خاطر کسی سے محبت کی، اللہ کی خاطر بغض رکھا، اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا، اور اسی کی رضامندی کے لیے روکا، تو اس نے ایمان کو مکمل کر لیا''۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا" (سنن أبي داود/ كتاب السنة، حديث ۴۶۸۲)

ترجمہ: ''اہل ایمان میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے، جو اخلاق کے لحاظ سب سے بلند ہو''۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے، معاصی اور گناہوں کے ارتکاب سے ایمان میں کمزوری اور نقص پیدا ہوتا ہے، اور اعمال صالحہ سے ایمان بڑھ جاتا ہے، صحابہ کرام اپنے ایمان کو خوف الٰہی، تلاوت قرآن، ذکر واذکار، خشیت الٰہی، توکل علی اللہ، سجود وصلاۃ، اخلاق اور اللہ کی رضا کے لیے محبت یا بغض جیسی نیکیوں سے بڑھاتے تھے، لیکن وہ کبھی اپنی طرف سے

Www.IslamicBooks.Website

بدعات ایجاد کر کے ایمان میں اضافہ کی سعی نہیں فرماتے تھے۔

رہی بات کہ وہ زمان ومکان کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے قریب تھے، تو یہ صحیح ہے، لیکن اس سے بدعات کی تائید کہاں ثابت ہوتی ہے، صحابہ کرام۔ رضی اللہ عنہم۔ اپنے بلند مقام کے باوجود ہر وقت رب کے حضور عجز وانکساری کے ساتھ مغفرت کے طلب گار رہتے، حتی کہ عشرہ مبشرہ (جن دس صحابہ کو آپ ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی ہے) کی سیرت کا مطالعہ کریں، تو دیکھیں ان پر کیسے ہر وقت خوف وخشیت طاری رہتا تھا۔ وہ کبھی اپنے آپ کو بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم آج ایمان وعہد وعزم ومحبت میں تجدید وتقویت کے زیادہ محتاج ہیں، لیکن اس ضرورت کو بدعات پر عمل کرنے سے پورا نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے لیے ہمیں وہی نسخہ اپنانا ہوگا جس کی راہنمائی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ نے ہمیں کی ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں، کہ وہ زمان ومکان کے بُعد کو بہانہ بنا کر دین میں نو ایجاد بدعات پر عمل کرنا شروع کر دے، اگر کوئی شخص ایمان وعہد میں تجدید وتقویت کی ضرورت کو دلیل بنا کر فرض نمازوں کی تعداد میں اضافہ کر لیتا ہے، یا کسی نماز کی رکعات میں اضافہ کر لیتا ہے اور یہ کہے کہ صحابہ نے نماز اور رکعات کی عدد میں اضافہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ وہ زمانہ نبوی کے قریب تھے، اور انہیں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کیا کوئی راسخ العقیدہ مسلمان اس کی یہ بات قبول کر لیگا؟ اور جب ثابت شدہ عبادات میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا صحیح نہیں، تو پھر ان اعمال کا اضافہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، جن کا ثبوت شریعت میں موجود ہی نہیں۔

نواں شبہ: بدعات پر۔ بالخصوص بدعت میلاد پر۔ دین کا غلاف چڑھانے کے لیے کبھی یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ: ''ماشاء اللہ یہ جلسے اور جلوس، محفلیں اور مجلسیں کیا ہی خوبصورت لگتی ہیں، ان

Www.IslamicBooks.Website

سے اسلام کی شان وشوکت کا خوب اظہار ہو جاتا ہے، حتی کہ غیر مسلم معاشروں پر بھی بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں.....''۔

شرعی جائزہ: اہل بدعت کو یہ جلوس بڑے خوبصورت نظر آتے ہیں، جبکہ سنت کے پیروکاروں کا حال اس کے برعکس ہے، انہیں وہی چیز حسین نظر آتی ہے، جس پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہو۔ دین میں حسین اور قبیح کے درمیان تفریق کرنے کا معیار عقل نہیں، بلکہ شرعی دلائل ہیں۔ شرعی معاملات میں جذبات اور ظاہری مناظر دیکھ کر کسی کو فیصلے کا حق حاصل نہیں ہوتا، بلکہ یہاں حَکَم کے اختیارات اس شخص کو حاصل ہیں، جو دلیل سے بات کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۃ فاطر، آیت: ۸)

ترجمہ: ''(بھلا اس کی گمراہی کی کیا حد ہے) جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا، اور وہ اسے خوبصورت سمجھتا ہے، حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے چاہے راہ ہدایت دکھاتا ہے''۔

دلیل کو نظر انداز کر کے ظاہری کیفیت، یا بے دلیل جذبات کو اساس بنا کر کسی عمل کو شریعت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ رہی بات غیر مسلم معاشروں پر بدعات کے اچھے اثرات کی، تو یہ عبث ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ ہماری ہی فکری قیاس آرائیوں کا نتیجہ ہے، ورنہ زمینی حقائق اس کے برعکس ہیں۔

اگر ہم حقیقت میں غیر مسلموں پر اچھے اثرات ڈالنے کے متمنی ہیں، تو ہمیں چاہیے کہ ہم خود عقیدہ، اخلاق، معاملات، سیرت اور صورت کے لحاظ سے اچھے مسلمان ہوں، یہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں، کہ جلسوں اور جلوسوں سے دوسروں پر اثر انداز ہوں، یہ عقیدہ اور عمل کا دین ہے۔ قریبا دو سال پرانی

Www.IslamicBooks.Website

بات ہے، کہ میں ریاض سعودی عرب میں ایک دوست کے ہاں عشائیہ پر مدعو تھا، وہاں اور بھی مہمان تھے لیکن سہیل کپور اور اس کی گفتگو نے پوری مجلس کو اپنی توجہات کا مرکز بنالیا۔ سہیل کپور در اصل انڈیا میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے، اور تقریبا پچیس سال قبل جدہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ مصدر کسب معاش کے اعتبار سے وہ ایک انجینئر ہیں، اور اب ایک طویل مدت سے کینیڈا میں برسر روزگار ہیں، وہیں دعوت دین کا کام بھی بڑے خوبصورت اسلوب میں انجام دے رہے ہیں، محفل میں شریک دوستوں نے ان سے بہت سے سوالات اور استفسارات کیے، جن میں سے ایک سوال یہ تھا:

''اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو کن مشکلات کا سامنا پڑا؟''

سہیل صاحب نے کئی مشکلات کا تذکرہ کیا، لیکن سب سے بڑی مشکل جس کی وجہ سے انہیں بہت دکھ پہنچا ہے، بڑے مصائب کو سہنا پڑا ہے، بالخصوص دعوت دین کے سلسلہ میں انہیں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، وہ ہے مسلمانوں کا کردار؟ انہوں نے کہا: ایک بار میں اپنے والدین سے ملنے کے لیے ہندوستان گیا ہوا تھا، اسی اثناء میں ہندوؤں کے ایک تہوار کا دن آپڑا، تو میرے والدین نے مجھے تہوار میں کل شریک ہونے کو کہا، تو میں نے معذرت کی، کیونکہ مجھے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اسلام میں والدین، ہمسایہ، اقرباء، گرچہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں کے حقوق متعین ہیں، لیکن ان کے مذہبی تہوار میں شرکت ''الولاء والبراء'' کا مسئلہ ہے، اس لیے میں نے بڑے ادب کے ساتھ معذرت کی، میرے والد نے بڑا تعجب کیا، اور مجھے کہنے لگے: ' بیٹا! آپ کس اسلام کی بات کرتے ہیں، ہم تو صدیوں سے یہاں مسلمانوں کے ساتھ رہ رہے ہیں، وہ ہمارے تہواروں میں بڑی خوشی سے آتے اور خوشیاں بانٹتے ہیں، اور ہم بھی ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں، ہم نے کبھی ایسی بات نہیں سنی، جو آج تم سنا رہے ہو''۔

Www.IslamicBooks.Website

سہیل صاحب نے آخر پر ایک اور بات کہی، کہا: میں نے اپنے والدین کو مسلمان بنانے کی بڑی کوشش کی، مگر میں کامیاب نہ ہو سکا' البتہ میں اسلامی تعلیمات پر بڑی پابندی کے ساتھ عمل پیرا رہا، والدین کے حقوق برابر ادا کرتا رہا، لیکن دینی امور میں کبھی تساہل سے کام نہیں لیا۔ اور مجھے خوشی ہے جب میرے ابا اس دنیا سے جا رہے تھے، تو اس نے میری طرف اپنی آنکھیں اٹھا کر مجھ سے کہا: ''بیٹا جو کچھ تم کہہ اور کر رہے ہو، اگر اسلام یہی ہے، تو پھر تم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے''۔ یہ کہہ کر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور حاضرین کی آنکھوں میں بھی نمی تیرنے لگی، اور میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ الٰہی! تو نے اس بندے کو کتنا حوصلہ، صبر اور حلم بخشا ہے۔

محترم مہمان نے بڑی باتیں سنائیں، جن کو جہاں ذکر کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کی ایک تمنا بہر حال ضرور ذکر کرتا ہوں، انہوں نے مجلس کے اختتام پر حاضرین سے اپنی دعاؤں میں انہیں یاد رکھنے کی استدعا کی اور کہا:

''میرا ایک بیٹا ہے، جس کی عمر تقریباً سترہ سال ہے، قرآن کریم مکمل حفظ کر چکا ہے، کینیڈا ہی میں ایک بڑی مسجد کا امام بھی ہے، اور میری تمنا ہے کہ وہ اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کر لے تو اسے مدینہ یونیورسٹی میں داخل کرا دوں، تاکہ علم دین حاصل کر کے کینیڈا میں دعوت دین کا کام انجام دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ وہ میری اس تمنا کو پورا کر دے''۔

اسلام کی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہے، تو ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام پر عمل پیرا ہونا ہے، ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر خود کو بدلنا ہے، اپنی اولاد کو صحیح اسلامی تربیت دے کر اپنا مستقبل سنوارنا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا صحیح دین ہے، لیکن ہمیں اس پر عمل کر کے دنیا میں ایک الگ امتیازی تشخص قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ میلاد کے جلوس نکالنے سے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی، بلکہ تبدیلی ایک استمراری عمل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا

Www.IslamicBooks.Website

﴿يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (سورۃ الرعد، آیت: ۱۱)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تب تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا، جب تک وہ اسے خود نہ بدلیں''۔

آیت کریمہ کے الفاظ پر غور وتدبر کریں، پہلے ''قوم'' اور پھر ''اَنفس'' کے الفاظ استعمال کیے، جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ کسی بھی قوم کی حالت بدلنے کے لیے اس قوم کو پہلے اپنے نفسوں سے تبدیلی کی ابتداء کرنی ہے..... آج تو میڈیا کا زمانہ ہے، ہر قوم اور ہر ملت کے احوال واقدار سبھوں کے سامنے ہیں۔

ہم بحیثیت امت علم وتحقیق کے میدان میں بہت پیچھے ہیں، قوت کے اعتبار سے بھی ہماری حالت قابل رحم ہے، معاملات واخلاقیات، معاشی تحفظ معاشرتی اقدار، امن وامان، بھائی چارہ، امت کا حقیقی تصور یہ سب ہمارے اندر کہاں ہے۔ رہی بات عقیدہ ومنہج کی، تو یہاں بھی ہماری پوزیشن بڑی کمزور ہے، مساجد کو چھوڑ کر مزار آباد ہو رہے ہیں، سنتوں کو چھوڑ کر بدعات پھیلائے جا رہے ہیں۔ کیا ان سب امور میں تبدیلی کی ضرورت نہیں اگر ہم واقعتاً تبدیل ہوتے ہیں، تو بدعات منانے کے بغیر ہی ہم اللہ کے فضل وکرم سے دوسری اقوام وملل پر اثر انداز ہی نہیں بلکہ فوقیت حاصل کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۳۹)

ترجمہ: ''اور دل شکستہ نہ ہو، اور نہ ہی غمگین ہو، غلبہ تو تمہیں ہی حاصل ہوگا (بس ایک شرط کہ) اگر تم مؤمن ہو''۔

<u>چند اور شبہات</u>: بدعات کی تزیین کے لیے یہ شبہات بھی پیش کیے جاتے ہیں ہیں، کہ بدعات دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک بدعت سیئہ اور دوسری بدعت حسنہ، اس لیے جو بدعات دین کی شوکت

Www.IslamicBooks.Website

ورفعت کے لیے انجام دی جاتی ہیں، وہ بدعات حسنہ میں سے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے، کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بلکہ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں پائے جانے والے اہل علم سے بدعات کے درمیان یہ تفریق وارد نہیں، بلکہ یہ تقسیم بذات خود شرعی اصطلاحات میں ایک مستقل بدعت ہے۔ جب کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کہ ہر بدعت گمراہی ہے، اس لیے اس میں سیئہ اور حسنہ کی تفریق ممکن ہی نہیں۔

اسی طرح ایک شبہہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے، کہ مسلمان بہت سی نئی ایجادات کو استعمال کر رہے ہیں، جیسے موبائل، کمپیوٹر اور گاڑیاں وغیرہ، کیا یہ چیزیں نبی ﷺ کے زمانہ میں موجود تھیں؟ اس لیے جب ان کا استعمال جائز ہوا، تو دوسری بدعات پر اعتراض کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے، کہ ہم نے ابتداء ہی میں عادات اور عبادات کے درمیان بدعات اور ان کے شرعی حکم کو بیان کر دیا ہے، اس لیے یہاں پر اسے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور ساتھ ہی پیش نظر کتاب میں درج الشیخ العلامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے رسالہ "دین مکمل ہو چکا ہے" میں بھی اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے، اس لیے قارئین سے گذارش ہے کہ ان شبہات کی توضیح اور ان کی شرعی حیثیت کے لیے شیخ رحمہ اللہ کے رسالہ کی طرف ضرور رجوع کریں۔

Www.IslamicBooks.Website

خاتمہ

قارئین کرام! مجھے امید ہے کہ آپ نے پیش نظر کتاب ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کا تدبر اور تعمق کے ساتھ مطالعہ کیا ہوگا، ہم نے بھی بڑی حد تک کوشش کی ہے کہ بدعت کی شرعی حیثیت اور اس کے متعلق پائے جانے والے اشکالات واستفسارات کے جوابات آپ کے سامنے دلائل وحقائق کی روشنی میں پیش کیے جائیں، توفیق وہدایت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، جو شخص تعصب سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف حق کی معرفت کے لیے کوشش کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کی کاوش و کوشش کو رائیگاں نہیں فرماتا، اور جو شخص حق کی معرفت کے بعد اس پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا عزم صمیم کرتا ہے، تو اللہ تعالی اسے ضرور اس کی توفیق سے نوازتا ہے، اور جسے حق کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے، تو دنیا وآخرت کی کامیابی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق

جو شخص کتاب وسنت کی شاہراہ سے ہٹ جاتا ہے، تو بدعات وضلالت کی راہ پر گامزن ہونا اس کا فطری نتیجہ ہے، اور جو ایک بدعت پر عمل کرنے لگتا ہے، تو وہ ایک بلکہ کئی سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے محروم ہو جاتا ہے اور جو شخص دنیا میں سنت پر عمل کرنے کے بجائے بدعت کی راہ پر چلتا ہے تو آخرت میں بھی محرومی ہی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ".

''ترجمہ: میں حوض (کوثر) پر تم سے پہلے ہی موجود رہوں گا، اور جو شخص بھی میری طرف سے گزرے گا، وہ اس کا پانی پیے گا، اور جو شخص اس کا پانی پیے گا، وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اور وہاں

Www.IslamicBooks.Website

ہمارے پاس کچھ لوگ ایسے بھی آئیں گے، جنہیں میں پہچانوں گا، اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے، لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا، یعنی انہیں آپ ﷺ کے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " فَأَقُولُ: إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي" (صحيح البخاري/ كتاب الرقاق)

ترجمہ: "(جب انہیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا، تو) میں پھر کہوں گا کہ یہ تو مجھ سے ہیں، (یعنی یہ میری امت کے لوگ ہیں)، تو آپ ﷺ سے کہا جائیگا: "آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے (آپ کا امتی ہونے کے باوجود) آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں (بدعات) ایجاد کرلیں"۔ یہ جواب سن کر میں کہوں گا: "دور ہو، دور ہو وہ شخص جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی"۔

مولانا محمد داود راز رحمہ اللہ ان احادیث طیبہ کی شرح میں لکھتے ہیں: "یہ وہ نام نہاد مسلمان ہوں گے، جنہوں نے دین میں نئی نئی بدعات نکال کر دین کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، مجالس مولود مروجہ، تیجہ، فاتحہ، قبر پرستی اور عرس کرنے والے، تعزیہ پرستی کرنے والے، اولیاء اللہ کے مزارات کو مثل مساجد بنانے والے، مکار قسم کے پیر و فقیر، مرشد و امام یہ سارے لوگ اس حدیث کے مصداق ہیں، ظاہر میں مسلمان نظر آتے ہیں، لیکن اندر سے شرک و بدعات میں غرق ہو چکے ہیں، اللہ پاک ایسے اہل بدعت کو آپ ﷺ کے دست مبارک سے جام کوثر نصیب نہیں کرے گا، پس بدعات سے بچنا ہر مخلص مسلمان کے لیے ضروری ہے"۔ نسأل اللہ العافیۃ

قارئین کرام! پیش نظر کتاب کو نشر کر کے آپ تک پہنچانے میں یہی جذبہ کارفرما ہے، کہ حق کو واضح

Www.IslamicBooks.Website

کیا جائے، اور بدعت کے شرور وآفات سے اہل اسلام کو آگاہ کیا جائے، اور اگر اس بارے میں کوئی شبہہ پایا جاتا ہے، تو اس کا ازالہ بھی کیا جائے، ہم نے بدعات سے متعلق لوگوں کے شبہات واستفسارات کو نقل کر کے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا مکمل شرعی جائزہ لینے کی سعی کی ہے، اور آپ سے امید کرتے ہیں، کہ کسی تعصب کے بغیر اور کسی بھی شبہہ یا استفسار کے بارے میں اپنے سابقہ موقف کو صحیح یا غلط قرار دیے بغیر کتاب میں درج دلائل پر آپ غور کرینگے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس ادنی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے، اور اسے اہل ایمان کے لیے حق پر ثابت قدم رہنے اور بدعات کی راہ پر گامزن لوگوں کے لیے راہ حق اختیار کرنے کا سبب بنادے۔ آمین

وصلّى الله على نبيّنا محمّد وآله وصحبه أجمعين.

Www.IslamicBooks.Website

☆ خالص قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ملت کے بچوں اور بچیوں کی دینی واقفیت اور فکری تربیت کی عظیم درسگاہ۔

☆ دور جدید کے مادی افکار اور مغربی خیالات سے نئی نسل کو متنبہ کر کے انہیں شاہراہ اسلام پر گامزن کرنے کی ممکنہ کوشش۔

☆ آیئے! ہمارا ساتھ دیکر ملت کی نسل جدید کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے روشناس کر کے اپنی دنیا سنوارتے ہوئے آخرت کے لئے زادراہ تیار کریں۔

درسگاہ دارالبیان

زیراہتمام: **مسجد جامع اہل حدیث**، باغوان پورہ نور باغ
سری نگر، کشمیر

kafeelgraphics.blogspot.in

Rs. 65/-

Www.IslamicBooks.Website